سعادت آرٹ پریس لائل پور

تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ ... پ - ع

(مسلمانو) آؤ عمل کیلئے قرآن کی طرف اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے

اسلام ترا دیس ہے۔ تو مصطفوی ہے

مقاماتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں

عقیدہ اعمال کی اساس۔ توحید، رسالت، نورِ مجسم، حاضر و ناظر، علم غیب، مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے قرآن و احادیث سے ثبوت دیئے گئے ہیں۔ جو عوام و خواص کو سمجھانے کے لیے مفید ہے۔

از افاضاتِ عالیہ

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت عاشقِ رسولِ عربی حضرت مولانا الحاج ابو الحقائق پیر

محمد اشرف صاحب مدظلہ نقشبندی موہڑوی (دربار) مجددی عفی عنہ

موہڑہ شریف

(سعادت آرٹ پریس لائلپور)

بار اول

تعداد ـــ ایک ہزار

قیمت ـــ تین روپے

ناشر: صاحبزادہ عاشق حسین نقشبندی رضوی

پریس

ملنے کا پتہ: بمقام دوہٹہ شریف تحصیل حافظ آباد
ضلع گوجرانوالہ
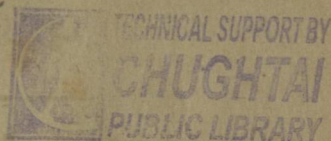
نظر ثانی کنندگان

- مولینا محمد رحمت اللہ صاحب عثمانی نوبھتوی خطیب جامع مسجد امینیہ محلہ جوالانگر لائلپور۔

- مولنا عبید المصطفٰے غلام نبی قادری بریلوی خطیب جامع مسجد حنفیہ محلہ اسلام آباد لائلپور۔

شاہِ کائنات کے بندئہ الدّجے
صلے اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں :-

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتَ رَسُوْلِہٖ مُؤَطَّا اِمَامْ مَالِکْ ....)

TLEAV WITHYOU TWOTHINGS IF
YOUHOLD FAST BYTHEM BOTHYOU
WILLNEVERBEMIS ____________
GUIDED THE BOOK OFALL AND
HADIS OF HIS MESSENGER

میں تم میں ا اپنی میراث میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں - ؎ یہی ہیں کہ اگر تم نے ان دونوں کو مضبوط تھام لیا - تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے - ایک قرآن - دوسری حدیث

محمد حامی دین گاہی کفر و ضلالت ہے
محمد شمع ایمان مشعل راہِ ہدایت ہے

تعریف رسولِ مقبولؐ

محبوب کے رُخِ تاباں کی قسم	والضحٰی
محبوب کے زلفِ ذی شان کی قسم	وَاللَّیلِ اِذَا سَجٰی
محبوب کے زماں کی قسم	وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ
محبوب کے مکاں کی قسم	لَا اُقسِمُ بِھٰذَا البَلَدِ وَاَنتَ حِلٌّ بِھٰذَا البَلَدِ
محبوب کی زباں کی قسم	وَقِیلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ قَومٌ لَا یُؤمِنُونَ
محبوب کی جاں کی قسم	لَعَمرُکَ اِنَّھُم لَفِی سَکرَتِھِم یَعمَھُونَ

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحٰے ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھکو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید میں کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسند ناز ہے عرشِ بریں ترا محرم راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ

نعت شریف

لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ — لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

مالک الملک لا شریک لہٗ — وحدہٗ لا الٰہ الا اللہ

باغبانِ قدیم لم یزلی — صفتش لا الٰہ الا اللہ

مصطفےٰ یافت در شبِ معراج — خلعتش " "

عاشقانِ جان و دل نثار کنند — بر درش " "

صوفیاں گر بہشت مے طلبند — ذکرش " "

مومناں را نعیم شد روزی — برکتش " "

خوش درختست در ریاضِ جناں — میوہ اش " "

طوقِ لعنت فگند بر ابلیس — سیرتش " "

تا بجلبوب چشم و دل نہ کشی — کے رسد " "

شمس تبریز گر خدا طلبی

خواں بخوش لا الٰہ الا اللہ

فہرست

نذرِ عقیدت

میں اپنی اس حقیر پیشکش کو اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قطبِ زمان دستگیرِ جہاں حضرت پیر محمد قاسم صاحب لازلت شموس فیوضہم العالیہ مہڑا شریف (کوہ مری ضلع راولپنڈی) کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے دربارِ موہڑوی
محمد اشرف سگِ مدینہ

عرضِ مصنف

حقیقت یہ ہے کہ میں نے جب اس کتاب کو شروع کیا تھا، اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس مقدس اور پیارے موضوع پر اس سے پہلے ہزاروں علماء اپنی اپنی بساط اور اپنے اپنے علم کے مطابق اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور اس کملی والے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس لیے مجھے فکر تھا کہ کہیں میری یہ حقیرانہ پیشکش صدا بصحرا ہو کر نہ رہ جائے۔

مگر اللہ تعالٰے کا ہزار ہزار شکر ہے، کہ اس ضلالت و گمراہی، فحاشی و عیاشی اور فسق و فجور کے زمانے میں ایسے لوگ ابھی موجود ہیں کہ جن کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت، اور دین و مذہب کا بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ اور اس مادہ پرستی کے دور میں بھی ایسے لوگ ابھی ہیں جو اپنی روحانی راہنمائی اور اپنے عقائد حقہ کی حفاظت کے لیے کسی مرد درویش یا کسی اور وسیلے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور اس اندھیری دنیا میں اگر گندے ناول، فرضی کہانیاں اور فحش لٹریچر پڑھنے والے ہیں۔ تو اس کے مقابلے

میں ایمان کی روشنی کے متلاشی و دینی و مذہبی، اسلامی و اصلاحی کتابیں پڑھنے والے موجود ہیں۔ تو میری اس فقیرانہ پیشکش کی بے پناہ مقبولیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی و مذہبی، دل و دماغ اور اسلامی و اخلاقی ذہن رکھنے والوں کی پوری پوری راہنمائی ہوئی ہے۔

اور یہ سب کچھ میرے مرشد لاثانی کا صدقہ اور والد مرحوم کا فیض جن کا نام محمد عبداللہ تھا۔ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات کو بیان کر سکتا۔

آخر میں میں علمائے حق اہلسنت والجماعت کا بھی احسان مند ہوں، جنھوں نے اس کتاب کو پڑھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کا نام مقاماتِ مصطفےٰ رکھا ہے جو کہ کتاب کے سرورق پر ہے۔

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مصر کی مخلص بڑھیا کی طرح جس نے مصر کے بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنی ساری جائیداد ایک سوت کی اٹی کی صورت میں پیش کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں اپنا نام لکھوا لیا تھا۔ میں نے بھی کئی بار ارادہ کیا کہ شہنشاہ کون و مکان رحمت دو جہاں امام الانبیائؑ حبیب کبریا، شہ ہر دو سرا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی شانِ پاک کے مقدس موضوع پر متاع مفلسانہ عوام کے سامنے پیش کر دوں لیکن جونہی قلم اٹھایا ضمیر نے ملامت کی۔ کہ

کہاں تو بندۂ ناداں اور کہاں آقائے دو عالم کی شان

کہاں تیرا کم ادراک اور کہاں ثنائے صاحب لولاک

ذرۂ ناچیز ہو کر آفتابِ نبوت کی سنہری وحسین کرنوں سے کھیلنا چاہتا ہے پھر غیرتِ ایمانی نے پکارا اور ناموسِ رسالت نے آواز دی کہ اُٹھ اور اپنی عقیدت کے پھولوں کا ایک مہکتا ہوا حسین گلدستہ مقام مصطفےٰؐ کی

صورت میں دربارِ گہربارِ رسالت میں پیش کر اور ایک مشعلِ روشن کر

اسلام اور ـــ

کفر کی لڑائی، حق اور باطل کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کی کوئی اپنی ظاہری شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی۔ مگر یہ دونوں قوتیں ہر زمانہ میں مختلف انسانوں کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپس میں دست و گریباں ہوتی رہی ہیں، اور ہوتی رہیں گی۔ باطل کبھی نمرود اور فرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا۔ اور کبھی ابوجہل و ابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اور حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس صورتوں میں چمکا۔ اور کبھی جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر مکہ کرمہ کی پہاڑیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور حق کی زیر اطاعت حق و صداقت کا پرچم لہراتا ہوا باطل کے مقابلہ میں آیا۔ پھر ریگستان میں کھجور کی بنی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اس مظہرِ حق کو دربارِ ذاتِ حق میں یہ دعا کرتے ہوئے دیکھا گیا "اے میرے خالق کائنات میں اپنے تین سو تیرہ جانثاروں کو تیری عظمت اور تیری توحید بلند کرنے کے لیے میدان میں لے آیا ہوں۔"

بعض لوگ اپنی جہالت کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ دین میں یہ گروہ بندی مذہب میں تفرقہ یہ جو سُنی شیعہ کا جھگڑا، دیو بندی بریلوی کا فساد اور حنفی وہابی کا تصادم کیوں ہے۔ شرک نے توحید کو چمکایا اور کفر نے اسلام کو۔ باطل نے حق کی پہچان کروائی۔ اور ابوجہل کی مخالفت نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو اجاگر کیا۔ غرضیکہ یہ سب کچھ منشائے خداوندی کے مطابق ہے۔ آخر میں قارئین کرام سے گزارش کروں گا کہ میری اس پیشکش میں اگر کوئی خدشہ محسوس کریں۔ تو اسے جرأت رندانہ سمجھ کر معاف کر دیں۔

کیونکہ اس ایمان افروز، روح پرور، دلکش، و بہا آفریں اور انتہائی نازک موضوع کو احاطۂ تحریر میں لانا۔ اور اس بحرِ بے کنار میں تیرنا مجھ جیسے بے علم اور کم ہمت انسان کا کام نہیں۔ مگر بارگاہِ خداوندی میں اس التجا سے پیشِ نظر قدم اٹھا چکا ہوں۔ کہ

تو خشکی تری پہ قادر ہے آسان میری مشکل کر دے
ساحل کی طرف کشتی نہ سہی، کشتی کی طرف ساحل کر دے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

آغازِ کتاب

پروردگار! میرے کام کو آسان کر۔ خداوند کریم میری مدد فرما۔ اے اللہ! تیری ہی مدد اور عنایت پر ہمیں بھروسا ہے۔ صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔ کوشش کرنا ہمارا کام اور تکمیل اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

کامل صفت اور ثنا کے لائق اسی اللہ کی ذات ہے۔ ہر کتاب کا آغاز اسی کی حمد و ثنا سے کیا جاتا ہے اور اسی کے ذکر سے ہر گفتگو شروع کی جاتی ہے۔ اسی کی حمد و ثنا کے ساتھ بہشت والے بہشت میں اللہ تعالیٰ کا انعام حاصل کریں گے اور ہر مرض سے وہی مکمل شفا دیتا ہے۔ ہر سختی، مصیبت، غم، دیا اور خوشی کے موقع پر اس کی بارگاہِ عالیہ میں ہاتھ

ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے، اُسے بلانے والا خواہ کسی بھی زبان میں بلائے وہ سنتا ہے۔ عاجزوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہر شے عطا کرنے والا اور مقصود تک پہنچانے والا وہی ہے۔ اس لیے ہر تعریف اور شکریے کا مستحق وہی ہے۔ اُس نے صحیح اور سیدھے راستے کو کھول کر دکھایا ہے۔

اس کے برگزیدہ رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ ہو، ہدایت دکھلانے کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ اس پاک ہستی کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ صلوٰۃ ہو ان کی آل اور اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر۔ ان کے پیغمبر بھائیوں پر۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں پر۔ امّا بعد حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔ سبحان اللہ! بس اللہ ہی ہماری باتوں اور کاموں کو لغزشوں سے بچانے والا ہے۔ وہی ہمارے دلوں کو نفاق وریا سے بچاتا ہے۔ اور وہی ہماری برائیوں کو نیکیوں سے بدلتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

وہی رب غفور خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ وہی اپنے بندوں کی اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے توبہ قبول کرتا ہے۔ اللہ اکبر واہ سبحان اللہ۔

احکام الٰہی، سنتِ رسول کے بارے میں عوام کی رہنمائی کرنے۔ اللہ کے بندوں کو اخلاق حمیدہ اپنانے اور نافرمان بندوں کو احکام الٰہی کے

پابند ہونے، وہ قرآن کریم اور احادیثِ رسولؐ سے ہدایت حاصل کر کے راہ حق اختیار کرنے میں مدد دے، تو میں نے کارِ ثواب سمجھ کر اور نجات اُخروی کی امید پر ایسی کتاب لکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور مقالاتِ مصطفےٰ اس کا نام رکھا۔

(وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ)

ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں، کہ وہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نیک اور صالح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا طَبِیْبَنَا وَطَبِیْبَ قُلُوْبِنَا شَفِیْعَنَا وَشِفَاءَ صُدُوْرِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنِنَا وَ

وَقُرَّةُ عُيُوْنِنَا مَطْلُوْبُنَا مَوْجُوْدُنَا وَمَقْصُوْدُنَا

أَوَّلُنَا وَآخِرُنَا ظَاهِرُنَا وَبَاطِنُنَا حَاضِرُنَا وَنَاظِرُنَا

أَعْلَيْنَا وَأَوْلَانَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ - وَ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَجْمَعِيْنَ
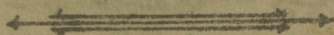
الایمان کے بیان میں

○

سچا دین :- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

○

اللہ تعالٰے کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے ۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالٰے نے خود فرمایا :- اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ ۔

ترجمہ :- تحقیق سچا دین ، اللہ تعالٰے کے نزدیک اسلام ہی ہے ۔

پھر فرمایا :-

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۔

ترجمہ :- اور جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کیا اُسے قبول نہ کیا جائے گا ۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب پ ۲۱ رکوع ۱۸ خ)

ترجمہ :- بلاشک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ عمل ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر تعلیمات کی کتاب جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے ۔

(۱) خالق و مخلوق کے درمیان جو رابطہ ہے، اس کا تعلق صرف دل سے
ہے تو اس کا نام عقیدہ اور ایمان ہے (۲) اور اگر قلبی حالات کے ساتھ
جسم و جان اور مال و جائداد سے بھی ہے۔ تو اس کا نام عبادت ہے۔
(۳) باہم انسانوں میں یا انسانوں اور دوسری مخلوقات میں جو تعلق ہے
اور اس حیثیت سے جو احکام ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ اگر ان کی حیثیت قانون
کی ہے، تو اس کا نام معاملہ ہے۔
(۴) اور اگر قانون کی حیثیت نہیں، بلکہ روحانی نصیحتوں اور برادرانہ ہدایتوں
کی ہے تو اس کا نام اخلاق ہے۔ غرضیکہ دین، اسلام عقائد، عبادات
معاملات، اور اخلاق انہیں چاروں کا مجموعہ ہے۔ اور ان میں ایمان
اور عقیدہ تمام اعمال و افعال کی اصل ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ
سب سے پہلے ایمان کے متعلق گفتگو کی جائے۔ کیونکہ یہ ہی نقطہ
ہے۔ جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے۔

عقیدہ اعمال کی اساس ہے؛

قرآن پاک نے ایمان کا ذکر عمل کے ذکر سے لازمی طور پہ
پہلے کیا ہے۔ اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبول کے قابل نہیں قرار
دیا۔ کیونکہ ایمان و عقیدہ کے عدم سے اس مخلصانہ ارادہ کا عدم
ہو جاتا ہے۔ جس پہ حسنِ عمل کا مدار ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ

نعل بن ابی جبل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن جدعان کے متعلق پوچھا۔ جس نے جاہلیت کے زمانہ میں نیکی کے کام کیے تھے۔ کیا اس کو ثواب ملے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا کہ الٰہی میرے گناہوں کو قیامت کے دن بخش دے۔ یعنی اس نے عمل تو نیک کیے، مگر عمل کا جس عقیدہ پر مدار و مدار ہے وہ اس میں نہ پایا گیا۔ معلوم ہوا کہ عقیدہ عمل کی اساس ہے۔ اور عقیدہ کے بغیر عمل بے بنیاد ہے۔

ایمان کے بغیر عمل بے کار ہے:۔ قرآن حکیم نے ایمان کو تمام اعمال کی اساس قرار دیا ہے۔ اور ایمان کے بغیر نیک کاموں کی مثال راکھ سے دی ہے، جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں، اور ان کا کوئی وجود نہیں رہتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

(۱) مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ

(سورۃ ابراھیم پ۱۳ - ع ۱۴)

ترجمہ:۔ جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی ہے۔ جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی۔

(۲) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ۔ (نور ع ۵)

ترجمہ:۔ اور جو کافر ہوئے ان کے کام ایسے ہیں، جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا، کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی گمان کرے۔ یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اس نے کچھ نہ پایا۔

یہ اسی مضمون کی متعدد آیات ہیں، جن میں اس امر کی تشریح ہے کہ ایمان کے بغیر عمل بیکار ہے۔ اور ایمان سے محروم افراد خواہ کتنے ہی نیک عمل کریں، سراب اور راکھ کی طرح ہیں۔ جیسے سراب سے پیاسا پانی نہیں پاتا۔ اور راکھ کے ڈھیر سے کچھ نہیں مل سکتا۔ اسی طرح بے ایمان کے اعمال کا حال ہے۔

ایمان اور کفر کی تعریف:۔ خدا کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔

اور خدا کی اطاعت اسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب کہ ہمیں اس کی پسند و ناپسند کا علم ہو۔ ہم اپنے کسی عزیز یا دوست کی پسند و ناپسند اس وقت تک نہیں جان سکتے۔ جب تک کہ وہ خود اپنے کلام سے یا طرزِ عمل سے اس کا اظہار نہ کر دے۔ تو جب عقلِ انسانی اپنے ہم جنس کی پسند و ناپسند کے ادراک سے قاصر ہے تو اس ہستی مقدس کی پسند و ناپسند کو صرف عقل کیسے جان سکتی ہے

جس کا ادراک ہی محدود عقل سے باہر ہے۔ دنیا میں انبیاء کرام کے بھیجنے کی حکمت یہی ہے، کہ انسان ان کے ذریعہ اللہ تعالٰے کی پسند ناپسند سے واقف ہو جائے۔

پس اس دنیا میں خدا کے ماننے کا صرف یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ اس کے رسولؐ کی لائی ہوئی ہدایات کو دل و زبان سے تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ رسول خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰے انہیں کے ذریعے مخلوق کی ہدایات فرماتا ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ اللہ تعالٰے کے پسند و ناپسند کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے قبول کرنے کا نام اسلام ہے۔ اور ان کی ہدایات کو نہ قبول کرنے کا نام کفر ہے۔

اس لیے قرآن کی سب سے پہلی سورۃ (بقرہ) میں اس

مذہب کا بنیادی مسئلہ کفر و ایمان ہے

کو بیان کیا گیا۔ اور تمام انسان تین گروہوں میں تقسیم کر دیئے۔ مومن، کافر، منافق۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیتوں میں مومنین کی شان کا بیان ہے۔ اور بعد کی دو آیتوں میں کفار کا بیان ہے۔ اس کے بعد تیرہ آیتیں منافقین کے حال میں ہیں۔ اگرچہ کافر و منافق اصل میں ایک ہی گروہ ہیں۔ لیکن چونکہ منافق کی ظاہری صورت عام کفار سے

مختلف ہوتی ہے۔ اور منافقین کا گروہ بہ نسبت کھلے ہوئے کافروں کے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے ان کے حالات کا بیان تیرہ آیتوں میں زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

(۱) الٓمّٓ سے مُفلِحُون تک پانچ آیتوں میں مومن اور ایمان کا اجمالی ذکر ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ غیب سے اس جگہ وہ تمام اعتقادیات مراد ہیں جو انسان کی نظر اور مشاہدہ سے پوشیدہ ہیں۔ جیسے قیامت، جنت، دوزخ، پلصراط، میزان، عدل وغیرہ (خازن و ابن کثیر)

اس ایمانِ اجمالی کی تفصیل بعد کی تیسری آیت میں کر دی ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (بقرہ پ ۱ ع ۱)

ترجمہ۔ جو حضور پر نازل شدہ کتاب اور شریعت پر ایمان لائے اور گزشتہ انبیاء پر نازل شدہ وحی اور شریعت پر بھی اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

جہاں ایمان کے سب سے پہلے جزو ایمان باللہ کا مراحتہً ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ ہی پر ایمان نہ ہوگا، تو اس

کے رسولوں اور وحی پر ایمان کیونکر ہو سکے گا۔ اسی سورۃ کے ختم پر جب ایمان کے مفہوم کی تشریح فرمائی گئی، تو وہاں ایمان باللہ کو صریح لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ ...... الخ چنانچہ مجمل و مفصل جو مشہور ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ایمان مجمل سورۃ بقر کی پہلی آیات سے اور ایمان مفصل اس کی آخری آیات سے اخذ کیا گیا۔ پس آیت مذکورہ سے ایمان کے تین بنیادی اصول معلوم ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا۔ رسول اللہ اور انبیاء سابقین اور ان سب کی وحیوں پر ایمان لانا۔ آخرت پر ایمان، یہ تین چیزیں وہ اصل ایمان کے اصول ہیں۔ باقی سب فروع ہیں۔ امام غزالی نے ممہ التفرقہ فی الاسلام والزندقہ میں لکھا ہے۔

اُصُوْلُ الْاِیْمَانِ ثَلٰثَۃٌ اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا عَدَاہُ فُرُوْعٌ۔ ایمان کے اصول تین ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا۔ اور اس کے رسول پر ایمان اور قیامت پر ایمان اس کے سوا سب فروع ہیں۔

(۱) مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (احزاب، پ ۲۲ ع ۹)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ اور اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پس تحقیق رتبہ پایا اس نے بڑا۔

(۲) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ (حدید۔ پ۲۷۔ ع۱۹)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا ثواب دے گا۔

(۳) وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (النساء پ۴۔ ع۴)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اطاعت غلامی کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داخل ہوگا۔ جنت میں اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہے گا، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۴) وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (النسا

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا، اس کی حدوں سے بڑھ جائے گا، اللہ اسے

عذاب میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

(۵۵) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔ (فتح پ ۲۶ - ع ۹)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان نہ لایا تو ایسے کافروں کے لیے بھڑکتا ہوا دوزخ تیار کیا ہے۔

(۵۶) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (تغابن۔ پ ۲۸ - ع ۱۷)

ترجمہ:۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور رسول اللہ کے ساتھ اور اس کے نور کے ساتھ جو اتارا ہم نے اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے قرآن حکیم سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو فرمایا۔

معلوم ہوا کہ جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اطاعت مقدم نہ رکھے اس وقت تک قرآن مجید پہ ایمان درست نہیں ہوتا۔ اور جب تک اس کے ساتھ ایمان درست نہ ہو۔ اس کو سمجھنا محال ہے۔ جب تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت نہ کی جائے، توحید و کتاب کو سمجھنا محال ہے۔

اگر ان اصولوں کو بھی مختصر کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں، کہ ایمان بالرسول میں سب اصول آجاتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ ہو، رسول پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور رسول پر ہو جائے تو یوم قیامت پر ایمان خود اس کے اندر داخل ہے۔ کیونکہ ایمان بالرسول کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی تمام ہدایتوں پر ایمان لایا جائے۔ اسی لیے آئمہ اسلام نے ایمان کی تعریف یوں فرمائی :-

هُوَ التَّصْدِيْقُ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَيْ التَّصْدِيْقُ النَّبِيِّ بِالْقَلْبِ فِيْ جَمِيْعِ مَا عُلِمَ بِالضُّرُوْرَةِ مَجِيْئُهُ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِجْمَاعًا۔

ترجمہ :- ایمان ان امور کی تصدیق کا نام ہے، جو اللہ کی طرف سے آئے یعنی اجمالی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرنا ہر اس چیز میں جو آپ اللہ کی طرف سے لائے جس کا ثبوت آپ سے قطعی طور پر ہو۔

فائدہ :- ضروریاتِ دین پر ایمان کے لیے ان کی پوری تفصیل کا معلوم ہونا ضروری نہیں۔ نفسِ ایمان کے لیے

اجمالی تصدیق بھی کافی ہے۔ ایمان اجمالی کے لفظ یہ ہیں:۔
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ
ترجمہ:۔ میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات وصفات میں ہے۔ ایمان لایا۔ اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے۔

اس کلمہ میں کہ خدا پر جیسا کہ وہ اپنی ذات وصفات میں ہے۔ ایمان لانے کا مجمل طور پر اقرار ہے۔ مگر یہ اجمالی ایسا ہے کہ خدا کی ذات وصفات کے متعلق دین سے جو بھی تفصیل معلوم ہوگی۔ اس پر ایمان لانے کا اعتراف بھی ہے۔ اسی طرح یہ جملہ کہ اس کے تمام احکام قبول کرتا ہوں" یہ بھی مجمل ہے۔ مگر بایں طور کہ ہر وہ حکم جس کا حکم الٰہی ہونا ثابت ہوگا۔ اس پر ایمان لانے کا بھی اقرار ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ ایمان مجمل میں ایمان مفصل بہر حال داخل ہوتا ہے۔ اور ایمان مفصل کے الفاظ یہ ہیں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ؕ

ترجمہ:۔ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر آخرت اور نفع ونقصان اللہ کی طرف سے اور مرنے

کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لاتا ہوں۔

الغرض:۔ نجات کے لیے مجمل طور پر ایمانیات کو قبول کر لینا کافی ہے۔

واضح ہو، کہ امور ایمانیہ کی جو تشریح و تفصیل کتاب و سنت نے کر دی ہے، اس کو بعینہٖ تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اور ان کا اپنی طرف سے کوئی نیا مفہوم و معنی متعین کرنا یا کسی قسم کی ترمیم کرنا گمراہی و بے دینی ہے۔

(۲) ایمان بہت سی مجموعی چیزوں کی تصدیق کا نام ہے۔ تو کفر میں تمام ایمانیات کا انکار و تکذیب ضروری نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کی تکذیب و انکار بھی کفر ہے۔ خواہ باقی تمام امور ایمانیہ کو صدق دل سے قبول کیا جائے۔ اس تفصیل گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ

ایمان:۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں۔ ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی و بدیہی طور پر ہو چکا ہو۔

مومن:۔ وہ شخص ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرے۔ ہر اس امر میں جس کا ثبوت آپ سے

قطعی طور پر ہوا ہے۔

اسلام:۔ اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار بشرطیکہ اس کے ساتھ تصدیق قلبی موجود ہو۔

مسلمان:۔ وہ شخص ہے جو اللہ ورسول کی اطاعت کا اقرار کرے بشرطیکہ اس کے ساتھ تصدیق قلبی بھی ہو۔

کفر:۔ جن امور کی تصدیق ایمان میں ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک امر کی تکذیب و انکار کفر ہے۔

کافر:۔ وہ شخص ہے۔ جو ایمانیات میں سے کسی ایک چیز کا دل سے انکار یا زبان سے تکذیب کر دے۔

ایک شبہ کا ازالہ:۔ اگر اس موقع پر یہ شبہ پیدا کیا جائے، کہ قرآن پاک میں ہے:۔

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام بغیر ایمان کے بھی پایا جاتا ہے۔ جبھی تو قرآن حکیم نے اسلام کا اثبات اور ایمان کی نفی کر دی ہے۔

جواب:۔ یہ ہے۔ کہ آیت میں جس اسلام کا ذکر ہے، وہ وہ ہے جس میں تصدیق قلبی نہ ہو۔ جیسے جو شخص زبان سے کلمہ پڑھے

تو اس کے ساتھ ہی اور دل میں تصدیق نہ ہو، تو اس کا ایمان معتبر نہیں تو آیت میں اعراب کے
نفاق کا بیان ہے۔ کہ تم لوگ ظاہری طور پر اطاعت کر رہے
ہو، مگر تمہارے دلوں میں تصدیق نہیں ہے۔ اور شرعًا وہ
اسلام معتبر ہے، جس میں تصدیق قلبی بھی ہو۔ لہٰذا آیت کا مفہوم
یہ نہیں۔ کہ اسلام بغیر ایمان کے پایا جاتا ہے۔ بلکہ اعراب کی منافقت
کا بیان ہے۔

سوال۔ اگر کہا جائے کہ حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام
صرف اعمال کا نام ہے۔ تصدیق قلبی کا نہیں جیسے حضور علیہ
السلام نے فرمایا! اسلام یہ ہے۔ کہ توحید و رسالت کی شہادت دے،
نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے۔
اور حج کرے۔

جواب۔ یہ ہے۔ کہ حدیث ہذا میں اسلام کے ثمرات و
علامات کا بیان ہے۔ یعنی ایمان و اسلام کی علامت یہ
ہے کہ انسان فرائضِ اسلامیہ کی تعمیل کرے۔ جیسا کہ دوسری
حدیث میں فرمایا تم جانتے ہو، ایمان کیا ہے پھر آپ نے فرمایا
ایمان یہ ہے کہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کی شہادت
دے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کو ادا کرے، یہاں ایمان کی تعریف

میں عمل کو ص ۔ ن اس لیے داخل کیا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اعمال صالحہ ایمان و اسلام کی علامتیں اور اس کے ثمرات ہیں۔ تو اسی طرح مذکورہ بالا حدیث میں اسلام کے ثمرات و علامات کا بیان ہے۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ۔ تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔

کفر کی تعریف اور اقسام:- کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے۔ یعنی ایسے احکام شرعیہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچے ہیں۔ انہیں نہ ماننا کفر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ کفر تکذیب رسول کا نام ہے۔ پھر تکذیب کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) صراحتاً حضور علیہ السلام کو اللہ کا رسول ہی تسلیم نہ کرنا۔ جیسے ہندو، سکھ، عیسائی تسلیم نہیں کرتے۔

(۲) رسول تسلیم کرنے کے باوجود آپ کے کسی قول کو صراحتاً غلط یا جھوٹ قرار دینا۔ یعنی آپ کی بعض ہدایات کو ماننا اور بعض کی تکذیب کرنا۔

(۳) یہ کہ کسی قطعی الثبوت قول یا فعل رسول کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ حضور علیہ السلام کا قول یا فعل نہیں ہے۔

(۴) یہ کہ قول و فعل رسول کو تسلیم کرتے ہوئے قرآن و حدیث میں ایسی تاویلات باطل کرنا جو ان کے اجماعی مفہوم کو بدل دیں اور امت کے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی نیا مفہوم ان سے پیدا ہو جائے۔ ایسی تاویل بھی تکذیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم میں ہے۔

کفار کا اخروی حکم یہ ہے۔ کہ اس کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔ اور کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ۔ (سورہ نسا۔ پ۵۔ ع۴)

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ مشرک کی بخشش نہیں فرمائے گا۔

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ (نسا۔ پ۶۔ ع۳)

ترجمہ :۔ جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالےٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔

(۳) لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ مَاتُوْا وَ ھُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (سورہ توبہ۔ پ۱۰۔ ع۱۷)

ترجمہ :۔ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیے نہ ان کی قبر پہ قیام کیجیے۔ اس

لیے کہ وہ اللہ و رسول کے منکر ہوئے اور نافرمان مرے۔

(۴) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى۔

(س توبہ - پ ۱۱ - ع ۴)

ترجمہ :- نبی کو اور مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ وہ مشرکوں کی مغفرت کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔

(۵) اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا - س نسا - پ ۵ - ع ۱۴)

ترجمہ :- بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

ایمان تصدیق قلبی کا نام - اس کے عقلی و نقلی دلائل :-

ایمان دل کے اعتقاد کو کہتے ہیں۔ اس کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

(۱) عربی زبان میں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ کا اولین مفہوم تصدیق ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس معنیٰ سے عدول کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ اس سے ثابت ہوا، کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔

(۲) ایمان کا محل دل ہی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں دل کو ایمان کا محل قرار دیا گیا ہے۔

(۱) اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (س مجادلہ پ ۲۸ - ع ۳)

ترجمہ :- یہ وہ ہیں۔ جن کے دل میں ہم نے ایمان کو پختہ کر دیا۔

(۱) مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ

(س مائدہ پ ۶)

ترجمہ:- ان میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر دل سے ایمان نہیں لاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے۔

(۲) حضرت اسامہ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس نے زبان سے کلمہ پڑھا۔ ان کا خیال تھا۔ کہ یہ شخص دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ واقعہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اسامہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ لہذا دل کی تصدیق کا نام ایمان ہوا۔

(۳) اہل کتاب اور فرعون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کو نبی جانتے تھے۔ حالانکہ وہ مومن نہ تھے۔ اس کی وجہ یہی تو تھی کہ وہ دل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔

(۴) کفر ایمان کی ضد ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں کفر کے مقابل

ایمان کو ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے اس آیت میں مَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ اور یہ ظاہر ہے کہ کفر کا معنیٰ جھٹلانے اور انکار کرنے کے ہیں۔ اور یہ دل ہی کا فعل ہے۔ لہٰذا جب کفر دل کا فعل ہے۔ تو کفر کی ضد ایمان بھی دل کا فعل ہونا چاہیے اور دل کا فعل عبارت ہے، تصدیق سے تکذیب کی ضد تصدیق ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور اعمال صالحہ حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں۔

(۶) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (سع
پ۱-ع۲)

اس آیت میں منافقین سے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ منافق زبان سے اقرار کرتے تھے۔ مگر چونکہ دل سے تصدیق نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ایمان کی نفی کر دی گئی

(۷) اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ (س نحل۔
پ۱۴-ع۱۴)

اس آیت میں مکرہ کے لیے یہ جائز قرار دیا گیا۔ کہ وہ

جان بچانے کے لیے زبان سے انکار کر دے مگر اس زبانی انکار کے باوجود اس کو مومن قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ اس میں تصدیق قلبی پائی جا رہی ہے۔

(۸) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ـ (۲) اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ ـ (۳) اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ ...... الخ (س کف ـ پ ـ ع)

ان آیات میں اعمال صالحہ کا عطف ایمان پہ کیا گیا۔ اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے۔ یعنی معطوف معطوف علیہ میں داخل نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اعمال صالحہ حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔

(۹) وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ (س نسا ـ پ ـ ع)

اس آیت میں اعمال کی صحت ایمان پر موقوف قرار دی گئی ہے اور مشروط شرط میں داخل نہیں ہوتا۔ ورنہ اِشۡتِرَاطُ الشَّیۡءِ بِنَفۡسِہٖ ـ لازم آئے گا جو باطل ہے (س حجرات پ ۲۶ ع ۱۲)

(۱۰) قرآن میں مرتکب حرام کو مومن کہا گیا ہے۔ جیسے اس آیت میں وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا ۔ حالانکہ یہ امر قطعی ہے۔

کہ شی رکن کے بغیر متحقق نہیں ہوتی تو اگر اعمالِ حقیقت ایمان
میں داخل ہوتے۔ تو مرتکب حرام کو مومن نہ کہا جاتا۔

(۱۱) قرآن میں جہاں روزہ، نماز اور وضو کا حکم دیا ہے۔ وہاں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ اس کے بعد
ان کو عمل کی تکلیف دی ہے۔ یہ بات بھی ایمان سے عمل کے
خروج پر دلالت کرتی ہے۔ ورنہ تکلیف بہ تحصیل الحاصل لازم آئے
گی۔ جو باطل ہے۔

(۱۲) قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو توبہ کا حکم دیا ہے۔
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً ...... الخ
یہ بات بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ معصیت ایمان کے
منافی نہیں۔ معصیت کے ساتھ ایمان بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ توبہ
گنہگار کے لیے ہوتی ہے۔ نیز گناہ گار کو اللہ تعالےٰ نے اس
آیت میں مومن قرار دیا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اعمال
حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔ دس تحریم۔ پ ۲۸ ع ۱۹)

<u>گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں</u>۔ جب آپ نے یہ سمجھ لیا کہ ایمان
تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور
اعمالِ حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ تو اب نتیجہ یہ نکلے گا کہ

مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔ اس موقعہ پر چند باتیں ذہن میں رکھیے۔

اوّل:۔ گناہ کبیرہ سے مراد کفر و شرک کے علاوہ گناہ ہے۔

دوم:۔ جب ایک مسلمان بشری کمزوری کی بنا پر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ گناہ کو گناہ ہی سمجھتا ہے۔ اور حرام کو حرام ہی قرار دیتا ہے۔ ایسا شخص اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلمان ہے۔ دوسرے یہ گناہ کرتا ہے۔ اور حرام کو حلال جان کر اختیار کرتا ہے۔ تو ایسا شخص بلا اختلاف بے ایمان ہے۔ کیوں کہ اب اس میں تصدیق قلبی جو ایمان کی حقیقت تھی۔ وہ نہیں پائی گئی۔

گناہ کبیرہ نو ہیں! حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ گناہ کبیرہ نو ہیں۔ (۱) شرک باللہ (۲) ناحق قتل کرنا۔ (۳) آزاد مکلف مسلمان پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۴) زنا کرنا (۵) یتیم کا مال ناحق کھانا (۶) مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا (۷) جادو کرنا (۸) جہاد سے بلا وجہ شرعی بھاگ آنا۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں سود لینا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں چوری کرنا اور شراب پینا بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے (شرح عقاید ص ۸۲)

تشریح :- واضح ہو کہ روایات میں جن امور کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے یہ بطور حصر نہیں ہے۔ بلکہ بطور مثال ہے۔ یعنی مذکورہ بالا گناہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں۔ جو گناہ کبیرہ ہیں۔ مثلاً بلا عذر شرعی نماز ترک کرنا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، مالدار ہو کر حج نہ کرنا، ظلم کرنا۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا۔ دھوکہ دینا، گالی دینا، ڈاکہ ڈالنا، دو مسلمانوں میں لڑائی کرانا، عورتوں کا بے پردہ پھرنا۔ ناچ رنگ کی مجلس قائم کرنا۔ نامحرم عورت پر بلا ضرورت شرعی نظر ڈالنا۔ سود اکم تولنا۔ حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرنا۔ غیراللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا۔ وغیرہ بھی گناہ کبیرہ ہیں۔

لَنْ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ

حدیث پاک۔

ترجمہ :- وہ بالآخر دوزخ سے نکالا جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ بھی ایمان کا ہوگا۔

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (س کہف۔ پ ۱۶۔ ع ۳)

ترجمہ :- بے شک جو لوگ ایمان لائے انھوں نے اعمال صالحہ کیے۔

(۲) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ پ ۳۔ س بقر۔ ع

ترجمہ:۔ یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

(۳) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ (س الضحیٰ پ ۳۰ ۔ ع)

ترجمہ: پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ہر آئندہ گھڑی گذشتہ گھڑی سے بہتر ہے۔

(۴) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (س فتح۔ پ ۲۶ ع ۸)

ترجمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھائیں۔

(۵) وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۔ (س کہف پ ۱۵ ۔ ع ۱۴)

ترجمہ:۔ ہم نے ان کی ہدایت بڑھادی۔

(۶) وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (س مریم۔ پ ۱۶ ۔ ع ۸)

ترجمہ:۔ جنھوں نے ہدایت پائی اللہ ان کے ایمان بڑھاتا ہے۔

(۷) وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ س محمد پ ۲۶ ۔ ع ۵)

ترجمہ:۔ جنھوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کے ایمان وتقوےٰ میں زیادتی فرمائی۔

(۸) وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا ۔ (س مدثر۔ پ ۲۹ ۔ ع ۱۴)

ترجمہ :- تاکہ ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے ۔

(۹) اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (س توبہ ۔ پ ۔ ع)

ترجمہ :- تم میں کس کا ایمان بڑھایا ۔ اس صورت نے انہیں کا ایمان بڑھایا جو ایمان لائے ۔

(۱۰) فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ۔ (س احزاب ۔ پ ۔ رکوع)

ترجمہ :- تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا ۔

وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ (بخاری)

ترجمہ :- اور اللہ کے لیے دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھنا علامات ایمان سے ہے ۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ ۔ (بخاری)

ترجمہ :- حضرت ابن مسعود نے فرمایا ۔ کہ یقین پورا ایمان ہے ۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ ۔

ترجمہ:- حضرت ابن عمر سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا اس بات کی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز پڑھنا، زکوٰۃ، دینا - حج کرنا - اور رمضان کے روزے رکھنا۔

مسائل حدیث:- اللہ عزّ وجل کی طرف سے اسلام کا جو آخری اور مکمل دستور ہمارے پاس آیا اس میں خداوندی اور رسالت محمدی کی شہادت کے بعد نماز زکوٰۃ، روزہ اور حج بیت اللہ کو ارکان اسلام قرار دیا گیا۔ نماز فرض ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی ہو۔ وہ فاسق ہے۔ اور جو نماز نہ پڑھتا ہو اسے قید کیا جائے۔ یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ آئمہ ثلاثہ۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کا حکم دینا جائز ہے۔ واضح ہو ائمہ ثلاثہ تارک صلوٰۃ کے لیے قتل کا جو حکم دیتے ہیں۔ تو یہ بطورِ تعزیر ہے۔ اس لیے نہیں ہے کہ ان کے نزدیک تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ بچہ کی جب سات برس کی عمر ہو، تو

اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے۔ اور جب دس برس کا ہو جائے تو مار کر پڑھوانا چاہیے۔ (ترمذی)

زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق ہے۔ روزہ بھی فرض عین ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنے والا سخت گنہگار ہے۔ اور عام طور پر کھلے بندوں رمضان کا احترام نہ کرنے والا مستحق تعزیر ہے۔ روزہ اور زکوٰۃ دو ہجری سنہ ۲ھ میں فرض ہوئے۔ حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔ اس کی فرضیت بھی قطعی ہے۔ اس کا منکر کافر ہے نیز عمر بھر میں ایک بار صرف فرض ہے۔

ان پچھلی آیتوں میں اہل ایمان کے ضروری اوصاف معلوم ہوئے۔ نماز میں خشوع و خضوع بے کار باتوں سے احتراز زکوٰۃ و خیرات دینا۔ عفت، پاکدامنی۔ امانت، ایفائے عہد، نمازوں کی پابندی یہ گویا ایمان کے ثمرات و نتائج ہیں۔ واضح ہو، کہ قرآن پاک سے بھی ایمان کے اثرات و نتائج کی تفصیل ملتی ہے مثلاً۔ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔

ترجمہ۔ ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ محبت الٰہی ایمان کی بہت بڑی علامت ہے۔ اس طرح سورہ نور رکوع ۷ میں فرمایا:۔

(۲) اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔۔۔۔۔۔ الخ (س نور۔ ع ۷)

ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو فیصلہ کرنے کے لیے اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے تو کہیں ہم نے سنا ہم نے مانا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان کا ایک نتیجہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکانا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا:۔

(۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ۔ (س حجرات ۔ پ ۲۶ ۔ رکوع ۱)

ترجمہ:۔ ایمان والے آپس میں بھائی ہیں۔

اس سے نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں میں باہمی محبت و شفقت کا ہونا بھی ایمان کی نشانی ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا:۔

(۴) وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (س آل عمران۔ پ ۴ ۔ ع ۱۷)

خدا تعالےٰ پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔

معلوم ہوا کہ خدا پر بھروسہ اور توکل ایمان والوں کی نشانی ہے۔ اس قسم کی بہت سی آیات مل جاتی ہے۔ جن میں ایمان

کے ثمرات و نتائج کا ذکر ہے۔ تو جیسے قرآن پاک نے ایمان کے نتائج و ثمرات اور ایمانداروں کے اوصاف بیان کیے ہیں اسی طرح قرآن حکیم کے شارح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان کے نتائج و علامات کو بیان فرمایا جن کی تفصیل ابھی آپ کے سامنے آ رہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَۃً وَّالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

(بخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ شعبے ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

اس حدیث کو نسائی و مسلم نے کتاب الایمان اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔

فوائد و مسائل:۔ بِضْعٌ لفظ کا استعمال تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے۔ شُعْبَۃ۔ ش کے زیر و زبر اور پیش جن کو عربی میں فتحہ، کسرہ، ضمہ کہتے ہیں۔ ان تینوں کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ شعب

درخت کی ٹہنیوں اور ہڈی کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں اس کے معنی خصلت کے ہیں۔ یعنی ایمان کی متعدد علامتیں اور خصلتیں ہیں۔

(۲) یہ ظاہر ہے۔ کہ ایمان اصل ہے اور اعمال اس کی فروع ہیں۔ اور اس حدیث میں فروع پر ایمان کا اطلاق بطور مجاز کیا گیا ہے کیونکہ اعمال صالحہ ایمان کی علامتیں ہیں۔ بعض احادیث میں بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ لیکن اس تعداد سے مراد حصر نہیں ہے۔ کہ ایمان کی صرف اتنی ہی شاخیں ہیں۔ بلکہ مراد تکثیر ہے یعنی ایمان کی کثرت سے شاخیں اور خصلتیں ہیں۔

(۳) حیاء انسان کی ایک فطری صفت ہے۔ اس سے وہ حیاء مراد ہے جو انسان کو برائیوں سے روکے۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث میں فرمایا:۔

(۱) قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (حدیث پاک)

ترجمہ:۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا مسلمان افضل ہے۔ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلے اللّٰہ تعالےٰ علیہ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ ۔ (بخاری)

ترجمہ :- بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ جانے۔

وَقَالَ عَمَّارُ رَضِیَ اللّٰہُ تعالےٰ عَنْہُ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَھُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِیْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ - (بخاری)

ترجمہ :- حضرت عمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ تین باتیں جس نے جمع کر لیں اس نے ایمان کو جمع کر لیا۔ (۱) اپنے نفس سے انصاف کرنا۔ (۲) ہر ایک کو سلام کرنا۔ (۳) باوجود احتیاج کے خرچ کرنا۔

مسائل حدیث :- اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکانِ اسلام بتلائے ہیں جو یہ ہیں :-

(۱) نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ یہ ارکان اسلام سے ہیں۔ دن میں پانچ
وقت نماز فرض ہے۔ صرف ماہِ رمضان کے روزے فرض
ہیں۔ اور مال کے نصاب پر پہنچنے اور سال گذرنے پر زکوٰۃ
فرض ہے۔
(۲) جو شخص ان امور کو بجا لائے وہ فلاح یافتہ ہے۔
(۳) ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف مسائل دینی معلوم کرنے
کے لیے سفر کرنا مستحب ہے۔

ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کا بیان:۔ حدیث زیر بحث کو امام

بخاری نے کتاب الزکوٰۃ، کتاب التفسیر میں بھی ذکر کیا
ہے۔ محدثین کرام اس حدیث کو اُمّ السُّنۃ سے موسوم
کرتے ہیں۔ جیسے سورۃ فاتحہ قرآن حکیم کا خلاصہ ہے۔
ایسے ہی یہ حدیث علوم سنت کا خلاصہ اور اس کی جڑ ہے۔
(۲) حدیث ہذا میں ایمان، اسلام، احسان۔ قیامت اور
اس کی علامات کا ذکر ہے۔
(۳) ایمانیات میں ایمان باللہ، ملائکہ، انبیاء کرام۔ لقاءِ
الٰہی اور بعث کا ذکر ہے۔ اور اسلام میں عبادت، نماز، روزہ

زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ یہ حدیث دراصل مختصر ہے۔ مفصل میں
ایمانیات میں کتب سماویہ۔ روز قیامت اور ہر خیر و شر
کی تقدیر کا بھی ذکر ہے۔ اور اسلام میں حج بیت اللہ
اور توحید خداوندی و رسالت محمدی کا بھی ذکر ہے۔ یہاں
حدیث ہذا میں تین امور کا ذکر ان کو بیان کرتے ہیں۔

ایمان کے معنیٰ:- ایمان کے اصل معنی کسی کے اعتبار و
اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔
کما فی القرآن: وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ۔
(س یوسف ع ۲) - لیکن اصطلاح شرع میں ایمان یہ ہے۔ کہ
جو علم اور ہدایت اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائیں۔
اس کی تصدیق کرنا اور ان کو حق جان کر قبول کرنا۔ پیغمبر کی
اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا ہی اس کی تکذیب ہے۔ جو انسان
کو کافر کر دیتی ہے۔ لہٰذا مومن ہونے کے لیے ضروری ہے۔
كُلُّ مَا جَآءَ بِهِ الرَّسُوْلُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - ان تمام چیزوں اور
حقیقتوں کی۔ جو اللہ کے پیغمبر، اللہ کی طرف سے لائے تصدیق
کی جائے۔ لیکن ان سب چیزوں کی پوری تفصیل معلوم ہونا
ضروری نہیں ہے۔ یہاں ایمان سے متعلق حضور سید عالم

صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریح جس قدر خود فرما دی ہے اس کو اسی قدر تشریح کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ اور ایمان کی جن باتوں کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجمل رکھا ہے۔ ان کو اسی اجمال سے ماننا کافی ہے۔ غرضیکہ جن امور کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی و بدیہی طریقہ سے ہو، جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی ایسی باتوں کو اصطلاح شرع میں ضروریات دین کہتے ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا انکار کرے مومن نہیں رہے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایمان کی جو ضروری باتیں بیان فرمائی ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ان کا اس تشریح و تعین کے ساتھ بیان آیا ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ کے رکوع ۱، ۲۲، ۴۰ میں اور سورۃ نساء کے رکوع ۲۰ میں۔

ایمان باللہ؛ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے موجود وحدہ لاشریک لہٗ خالق کائنات متصرف موجودات اور رب العالمین ہونے پر یقین کیا جائے

عیب و نقص کی ہر بات سے پاک اور صفات کمالیہ سے اس کو متصف سمجھا جائے اور اس کی تمام صفات علم و قدرۃ، ارادہ کلام سمع و بصر و حیات پر ایمان لایا جائے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے

ایمان بالملائکہ:- کہ مخلوقات میں ایک مستقل نوع کی حیثیت سے ان کے وجود کو حق مانا جائے۔ اور یہ یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی پاکیزہ و محترم مخلوق ہیں۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (انبیاء ع ۲) جن میں شر، شرارت، عصیاں اور بغاوت کا مادہ ہی نہیں ہے۔ وہ چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ اللہ کے حکم کے خلاف نہ بھول کر کچھ کرتے ہیں اور نہ قصداً۔ ان کا کام صرف اللہ تعالےٰ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (تحریم ع ۲) فرشتے مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں۔ ان کو قدیم ماننا یا ان کی ادنیٰ توہین کرنا یا ان کے وجود سے انکار کرنا، یا یہ کہنا کہ نیکی کی قوت فرشتہ ہے۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ فرشتوں کے متعلق مختلف فرائض ہیں۔ جو یہ بحکم الٰہی ادا کرتے ہیں۔ مثلاً پانی

برسانا۔ جان نکالنا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا وغیرہ وغیرہ۔ قرآن حکیم نے فرشتوں کے فرائض اور ان کی صفات کو تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بعض آیات قرآنیہ کا خلاصہ ہم یہاں ذکر کیے دیتے ہیں۔

(۱) فرشتے اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان پیام رسانی کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ (الحج۔ع۔۱)

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کی خدمت بھی انھیں کے سپرد ہے (شوریٰ ع۵)

(۳) یہ لوگوں پر بشارت اور عذاب لے کر بھی اترتے ہیں۔ حضرت زکریا و مریم کو بشارت دینے کے لیے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے عذاب لے کر آئے۔ (مریم۔ع ۲۔ ہود ع ۷)

(۴) فرشتے انسانوں کے اعمال کی نگہبانی اور نگرانی کرتے ہیں۔ اور ان کے ثواب اور گناہ کے کاموں کو لکھتے ہیں۔ (انعام ع ۸)

(۵) فرشتے انسانوں کے اعمال کے مطابق ان پر خدا تعالےٰ کی رحمت یا لعنت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (انبیاء ع ۷)

(۶) اسی طرح وہ بدکاروں پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ اور مومنوں

کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ (آل عمران ع ۹)

(۷) جنت اور دوزخ کا کاروبار بھی ملائکہ کے زیر اہتمام ہو گا۔

(۸) قیامت کے دن بھی یہ عرش الٰہی کے حامل ہوں گے۔ (الحاقہ ع ۱)

(۹) فرشتے، خدا سے سرکشی اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ہمیشہ اس کی تہلیل و تقدیس اور حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بحکم الٰہی پوری مملکت الٰہیہ میں خدا کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ (شوریٰ ع ۱)

قرآن حکیم کی ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ فرشتے انسانوں اور جنوں سے ایک علیحدہ اور مستقل مخلوق ہیں۔ چنانچہ ملائکہ کے وجود پر تمام عقلاء کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کی حقیقت میں اختلاف ہے۔ نصاریٰ کی ایک جماعت انہیں نفوس بشریہ مفارقہ بتاتی ہے۔ اکثر اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں۔ ایک فرمانبردار معصوم مخلوق ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اشکال مختلفہ و صور متفاوتہ میں متشکل و ظاہر ہونے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔

لقاء الٰہی پر ایمان:- لقاء الٰہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ

آخرت میں اللہ عزّوجل کا دیدار ہوگا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے لقاء الٰہی کو مومن کے لیے بہترین نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖ اَحَدًا۔ کہ جو شخص آخرت میں دیدار باری تعالےٰ کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ عمل صالح کو اختیار کرے۔ اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ غرضیکہ یہ یقین کرنا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دیدار حق ہے اور آخرت میں نیک بندوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ یہ بھی ایمانیات میں داخل ہے۔

ایمان بالرسل:- رسولوں پر ایمان لانا یہ ہے۔ کہ یہ مانا جائے کہ عزّوجل نے مخلوق کی ہدایت کے لیے جس قدر انبیاء مرسلین مبعوث فرمائے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر ہیں۔ انھوں نے جو کچھ اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچایا وہ حق ہے۔ اور انھوں نے اپنے فرض نبوت کو کما حقہٗ ادا فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے۔

کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِكَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ

مِّنْ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ط (بقرہ - ع ۴۰)

ترجمہ - ہر ایک خدا پر اور اس کے فرشتوں پہ اور اس کی کتابوں پہ اور اس کے رسولوں پہ ایمان لایا - ہم خدا کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے -

نیز سورۃ نساء کے رکوع ۲۰ میں فرمایا - جس نے خدا کا اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کا انکار کیا - وہ سخت گمراہ ہوا - نیز سورۃ نسائ کے رکوع ۲۱ میں فرمایا - کہ ماننے کے معاملے میں خدا اور رسول میں کچھ فرق نہیں ہے - اور جو اللہ تعالےٰ کے بعض رسولوں کو مانتے ہیں - اور بعض کو نہیں مانتے - أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا - وہ یقیناً کافر ہیں - گویا یہ عقیدہ صرف اور صرف اسلام کی خصوصیت ہے ، کہ اس میں مومن ہونے کے لیے یہ ضروری ہے ، کہ تمام انبیاء کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی جائے - اس کے برعکس دنیا کے کسی مذہب میں آج یہ بات نہیں ہے - چنانچہ ایک یہودی کے لیے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں ہے ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ

سکتا ہے - ایک ہندو تمام دنیا کو شودر، چنڈال، ناپاک وغیرہ کہہ کر بھی ہندو رہ سکتا ہے - لیکن حضور سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ناممکن کر دیا کہ کوئی ان کی پیروی کے دعویٰ کے ساتھ ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے - غرضیکہ اسلام میں تمام پیغمبروں کی نبوت کی تصدیق کرنا اور ان کا پورا احترام کرنا، ایمانیات میں داخل ہے - پھر نبوت و رسالت کے متعلق مندرجہ ذیل امور کو ماننا بھی ضروری ہے -

(۱) ہر نبی مستقل طور پر نبی ہے - نبوت کی کوئی قسم نہیں ہے تمام انبیاء نفسِ نبوت میں برابر ہیں - کسی نبی کی نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل یا عکس یا پرتو نہیں اور نہ یہ حضور علیہ السلام کی نبوت قدیم ہے اور باقی کی حادث -

(۲) نفس نبوت میں گو تمام انبیاء کرام برابر ہیں - مگر مرتبہ و مقام میں ضرور فرق ہے - ہمارے حضور علیہ السلام تمام انبیاء کے سردار اور امام المرسلین اور خاتم النبیین ہیں - اور آپ کا درجہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بلند و بالا ہے -

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے نجات و فلاح صرف آپ ہی کے اتباع اور آپ کی ہدایات کی پیروی میں ہے۔

(۴) انبیاء کرام کے خصائص و فضائل و معجزات کو ماننا بھی ضروری ہے۔ اور ان کی تعظیم فرض عین ہے۔ بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے۔ ان کی توہین کفر و ارتداد ہے۔

(۵) انبیاء کرام چھوٹے بڑے گناہ سے قبل نبوت و بعد نبوت پاک ہیں۔ اور تمام انبیاء معصوم ہیں۔

(۶) انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ایک آن کے لیے ان پر وعدۂ الٰہی کے مطابق موت آئی پھر زندہ ہو گئے۔ ان کی زندگی شہیدوں کی زندگی سے بڑھ کر ہے (تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دھلوی)

(۷) اللہ تعالٰے نے انبیاء کرام کو غیوب پر مطلع کیا۔ خصوصاً، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو غیوب کثیرہ وافرہ کا عالم بنایا۔ اور زمین و آسمان کا ہر ذرہ آپ کے پیش کر دیا (حدیث طبرانی)

(۸) ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الخلق اور اللہ عزّ و جل کے نائب مطلق ہیں۔ آپ تمام انبیاء علیہم السلام

کے نبی ہیں - اور تمام جہاں میں کوئی کسی خوبی میں حضور علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتا - آپ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے قاسم ہیں آپ کو مرتبہ معراج عطا ہوا - حضور علیہ السلام نے بچشم خود رب العزت جل مجدہٗ کے دیدار کا شرف حاصل کیا - اور عرش و فرش کے تمام عجائب و غرائب کا شب معراج مشاہدہ فرمایا -

محمدؐ سر وحدت ہے کوئی اس کی حقیقت کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے !

مسائلِ حدیث و قرآن

(۱) ایمان یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالےٰ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کے رسولوں پر اور بعث و نشر پر ایمان لائے - یعنی ان حقیقتوں پر ایمان لایا جائے - جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں -

(۲) اسلام یہ ہے کہ بندہ اپنے کو بالکل اللہ اور اس کے رسول کا مطیع و فرمانبردار بنا دے - اسی کا نام اسلام ہے اور ارکانِ اسلام عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اسی کے

مظاہر ہیں۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی ہستی کا مل استحضار اور دل کو مراقبہ حضور و شہود کی ایسی کیفیت نصیب ہو جائے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی بندگی اس طرح ہونے لگے، گویا کہ وہ پاک بے نیاز اور اپنے پورے جمال و جلال کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور ہم اس کو دیکھ رہے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

نصیحات

نیکی و بھلائی کی تلقین:- اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکی کرو۔ بے شک اللہ نیک آدمیوں سے محبت کرتا ہے۔

گناہ کی قسم کھانے کی ممانعت:- وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ، وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔

ترجمہ:- اور اللہ کو اپنی قسموں کی آڑ نہ بناؤ (کہ خدا کی قسم) جو میں کسی کے ساتھ نیک سلوک کروں۔ یا پرہیزگاری کروں یا لوگوں میں صلح کراؤں اور اللہ سنتا ہے اور دلوں کا حال جانتا

ہے۔

خدا کی رحمت و مغفرت :- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ -

ترجمہ :- بے شک جو لوگ ایمان لائے - اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا - یہی ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے - رحمت کرنے والا ہے -

گر تجھ کو تمنا ہے مسلم ہر ایک تیری مشکل ہو آساں
پڑھ بعد نمازِ فجر سدا روزانہ عقیدت سے قرآن

وصلے اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ و اصحابہٖ اجمعین و بارک وسلم - واللہ سبحانہٗ تعالےٰ اعلم -

---

توحید و رسالت کے بیان میں

توحید و رسالت :- ہر مومن کے لیے توحید و رسالت پر ایمان رکھنا ضروری اور لازم ہے ۔ اگر کوئی صرف توحید ہی کو اپنا ایمان سمجھ لے تو بھی مؤمن نہ ہوگا ۔ اور اگر کوئی رسالت ہی کو اپنا ایمان سمجھے تو بھی مومن نہ ہوگا ۔ غرضیکہ توحید و رسالت پر ایمان کامل رکھنے والا ہی مرد مومن ہوتا ہے ۔ اور توحید و رسالت یعنی خداؑ اور مصطفےٰؐ دونوں کا حق آپس میں اس طرح اکٹھا اور ملا ہوا ہے کہ دونوں میں کسی کو بھی اگر جدا کیا جائے تو ایمان بھی جاتا رہے گا ۔ سب سے پہلے توحید کے بیان میں اور اس کے بعد رسالت کے بیان میں ۔

توحید قرآنی

(۱) طٰفّٰت ۲۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَمَا بَیْنَہُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔

ترجمہ:۔ بے شک تمہارا عبادت کا حقدار معبود ضرور ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا۔

(۲) بقرہ $\frac{2}{19}$ ۔ وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○

ترجمہ:۔ اور تمہارا عبادت کا حقدار ایک معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بڑا رحمت والا مہربان ہے۔

(۳) ابراھیم $\frac{۷}{۱۷}$ - اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

ترجمہ بے شک وہ ایک ہی معبود عبادت کا حقدار ہے۔ اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔

(۴) النحل $\frac{۷}{۱۱}$ - اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ج

ترجمہ تمہارا معبود عبادت کا حقدار ایک ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ ایک ہے۔

(۵) ص $\frac{۲۳}{۱}$ اَجَعَلَ الْاٰلِـھَۃَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا ج اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ○

ترجمہ:- کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔

(۶) الحج - ۱۷/۵ - فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝

ترجمہ:- تو تمہارا عبادت کا حقدار معبود ایک ہی ہے۔ تو اسی کے حضور گردن رکھو اور میرے محبوب خوشی سنا دو۔ تواضع والوں کو۔

(۷) اخلاص - ۳۰/۱ - قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ

ترجمہ:- اے میرے محبوب پاک فرماد یجیئے، وہ اللہ ایک ہے۔

شہادت خداوندی و ملائکہ وَاُولُوا الْعِلْمِ کہ خدا تعالےٰ کا کوئی شریک نہیں۔

(۸) آلِ عمران ۳/۱۰ - شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۔

ترجمہ:- اللہ نے گواہی دی۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر،

کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عزت والا اور حکمت والا۔

(۹) آلِ عمران۔ ۳ = وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط

ترجمہ:- اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۱۰) بنی اسرائیل ۱۵ = اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا ہ

ترجمہ:- سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا۔ اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی اور اس کی بڑائی بولتے رہو۔

(۱۱) مومنون ۱۸ = وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ:- اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے۔ بے شک کافروں کا چھٹکارا نہیں

(۱۲) بقرہ ۳ = اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

ترجمہ:- اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود عبادت کا حقدار نہیں۔

ہر ایک کو اللہ کی توحید کے اقرار اور جھوٹے معبودوں کے انکار کی دعوت دی گئی۔

(۱۳) انعام پ۷ = أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ:- تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو۔ کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں۔ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک عبادت کا حقدار ہے۔ اور میں بیزار ہوں۔ ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

(۱۴) نمل پ۲۰ = أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝

ترجمہ:- کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے۔ بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

(۱۵) بنی اسرائیل پ۱۵ = وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ۝

ترجمہ:- اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کر تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

(۱۶) بنی اسرائیل پ۱۵ = لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ

هٰذَا مَذْمُوْمًا مَخْذُوْلًا ؀

ترجمہ: اے سننے والے۔ اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا۔ مذمت کیا جاتا بیکس۔

(۱۷) انبیاء ۲۱/۲ - اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

ترجمہ:- کیا انھوں نے زمین میں کچھ ایسے خدا بنا لیے ہیں۔ کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

(۱۸) شعراء - ۱۹/۱۱ - فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝

ترجمہ:- تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ میں اس کا کوئی شریک نہیں؛

رَبُوبِیَّت

(۱۹) بقرہ ۳/۱ = یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمھیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمھیں پرہیزگاری ملے۔

(۲۰) فاتحہ ۱/۱ = اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہاں والوں کا۔

تشریح:۔ اگر اَلْحَمْدُ میں الف لام استغراقی ہو تو معنیٰ وہ ہیں۔ جو مترجم قدس سرہٗ نے فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ اور بالواسطہ ہر حمد رب کی ہی ہے۔ کیونکہ بندے کی تعریف درحقیقت اس کے بنانے والے کی تعریف ہے۔ اور اگر لام عہدی ہو تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ حمد مقبول وہ حمد ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے کیجاوے لہٰذا مشرکین کفار خدا کی کیسی ہی حمد کریں نا مقبول ہے۔ کیوں کہ وہ حضور کی تعلیم کے ماتحت نہیں۔ (روح البیان وغیرہ)

(۲۱) بقرہ ۱۶/۱ = قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَ ھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ

ترجمہ:- تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو،

حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی۔

(۲۲) آل عمران ۳/۷ = قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ

بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا

وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا

اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

ترجمہ:- تم فرماؤ اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں

تم میں یکساں ہے۔ یہ کہ عبادت نہ کریں۔ مگر خدا کی اور

اس کا کوئی شریک نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے

کو رب نہ بنالے۔ اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو

تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(ف) یعنی توریت و انجیل و قرآن حمید سب میں اس

کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ عقائد میں تمام شریعتیں برابر

ہیں۔ اعمال میں فرق ہے۔ یعنی اُمتی نبی کو اللہ نہ سمجھیں

کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے

حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھ لیا۔ یا جاہل

عالم کو رب نہ جانے۔ کہ ان عالموں کو حرام و حلال کا مالک سمجھے اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کرے۔ لہذا یہ جملہ کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ کا بیان ہے۔ خیال رہے کہ نبی اور امتی میں کلمۃ سواء کے یہی معنیٰ ہے۔ جو بیان ہوئے۔ ورنہ امتی کے برابر کسی شے میں نہیں ہو سکتا۔ امتی مومن ہے نبی ایمان ہے۔ نبی کا کلمہ ہے۔ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اگر ہم اس طرح کہیں تو کافر ہو جائیں۔

(۲۳) اعراف ۹/۲۲ = وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ

ترجمہ:۔ اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انھیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمھارا رب نہیں۔ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔ کہ کہیں قیامت کے دن کہو۔ کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

تشریح:۔ اس طرح کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے

ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد اس طرح قیامت تک ہونے والے لوگ چیونٹیوں کی شکل میں پھیلائے گئے۔ یعنی بعض کو بعض پر گواہ بنایا۔ اس طرح کہ اولاد ان کے دلوں میں توحید کے دلائل قائم فرمائے۔ جس سے انھوں نے توحید کا اقرار کیا۔ پھر ایک دوسرے کو اس پر گواہ بنا لیا گیا۔ یہ عہد و پیمان میثاق عام روحوں سے لیا گیا۔ جن میں انبیاء و اولیاء و مومنین کفار و منافقین سب ہی تھے، سب سے پہلے بلیٰ حضور کی روح انور نے کہا۔ حضور سے سن کر تمام نبیوں کی روحوں نے بلیٰ کہا۔ انبیاء سے سن کر دیگر مخلوق مگر کفار نے مجبوراً کہا۔ مومنین نے خوشی سے۔

۴۲- مومن ۲۴/۷ : ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○

ترجمہ :- وہ ہے اللہ تمھارا رب ہر چیز کا بنانے والا۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

تشریح :- خیال رہے۔ کہ ہر نعمت کا شکر جداگانہ ہے۔ وقت کا شکر یہ ہے۔ کہ ہر وقت جائز کام میں صرف کرکے

اور کچھ اللہ کے ذکر اور دینی خدمت میں خرچ کرے۔ صوفیا فرماتے ہیں۔ کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی بڑی بری بھلی چیز کا خالق ہے۔ جو کسی چیز کا خالق غیر اللہ کو مانے وہ آیت کا مخالف ہے۔ جیسے معتزلہ کہ وہ اعمال کا خالق خود بندے کو مانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بری چیزوں کو پیدا فرمانا برا نہیں۔ شیطان برا ہے مگر شیطان کا پیدا کرنا برا نہیں، اس میں ہزار حکمتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کا راستہ سیدھا ہے جو خدا تک پہنچاتا ہے۔ باقی راستے اوندھے۔ مبارک ہو اہلسنت وجماعت کو جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اختیار کیا۔ آپ پر ایمان لانے سے یہ انعام ملا۔ کیا کسی نے خوب کہا۔ صراط المستقیم

در رہِ حل مومن مقام مصطفٰےؐ است

آبروئے ماز نام مصطفٰےؐ است

اے توحید والو۔ جس کی تم عبادت کرتے ہو، وہ ایک معبود ہے، اور بالذات ایک موجود اس کے ماسوا سب معدوم ہے۔ جو ہے اسی کا پرتوِ سائے کو اصل سمجھ کر ادھر

گردن جھکانا جہالت ہے۔ پھر اس کی رحمت ہر موجود کو شامل ہے لہذا وہ رحمان ہے۔ اور اُسی کی ہدایت مومنین کے لیے خاص۔ لہذا وہ رحیم ذات تک پہنچنے والے اسے اِلَّاھُوَ سے پہچانیں اور جن کی رسائی فقط صفات تک ہو، وہ اسے رحمان رحیم سے جانیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک لفظ ہُو خالص اسم ہے، جو محض ذات کو بتاتا ہے اور ہو کو وہ جانے ...... جو ہوا و خواہشات سے خالی ہو۔ مولنا فرماتے ہیں۔ شعر

از ہواہا کے رہی بے جام ہُو
اے زہو قانع شدہ بانام ہُو
اسم خواندی رو مسمیٰ را بجو
مہ ببالا دان نہ اندر آب جو
گر زنام و حرف خواہی بگذری
پاک کن خودرا زخود ہاں یکسری
خویش را صافی کن از اوصاف خویش
تا ببینی ذات پاک صاف خویش
بینی اندر دل علوم انبیاءؑ

بے کتاب بے معید و اوستا
علم کاں نبود ز ہو بے واسطہ
آں نہ پابد ہیچ رنگ ماشطہ

مومن ۲۴ = ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ:۔ یہ ہے اللہ تمھارا رب، تو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ رب سارے جہان کا۔

تشریح:۔ حلال و مزے دار چیزیں کہ بھوسہ جانور کھائیں۔ دانہ کی ہزار طرح کی غذائیں تم بنا کر کھاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال مزیدار رزق چھوڑ دینا فقیری نہیں، بلکہ گناہ چھوڑ دینا فقیری اور کمال ہے۔ حضور اکرمؐ نے مرغ بھی کھائے ہیں۔ دعا ہے اللہ جل مجدہٗ اپنے ذکر میں مشغول رکھے اور نیک کاموں کی طاقت دے۔ آمین۔

مولنا فرماتے ہیں۔

ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق
زیر پائش عرش و کرسی نہ طبق

جہنم میں ہمیشگی صرف کفار کے لیے ہے، مومن کیسا ہی گنہگار ہوا، آخر نجات پائے گا۔

سُبحان اللہ ۔ اللہ تعالےٰ مومنوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے ۔ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو ۔ رب تعالےٰ نے فرمایا ۔ اے میرے بندے اگر تیرے گناہ بادل تک پہنچ جائیں، پھر تو استغفار کرے، تو میں بخش دوں گا ۔ اور کوئی پرواہ نہ کروں گا ۔ اور اے بندے ۔ اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لائے بشرطیکہ شرک و کفر سے بچا رہے ۔ تو میں تجھے زمین بھر کر مغفرت دوں گا ۔ (ترمذی شریف)

انسان اس وقت کسی سے معافی مانگتا ہے، جب اپنی بے کسی، بے بسی دوسرے کی قوت و قدرت کا معتقد ہو ۔ اسی طرح بندہ رب سے معافی مانگے گا ۔ جب اپنے کو بے بس گنہگار جانیں ۔ رب تعالےٰ کو قوت و قدرت والا ماننے یہ عقیدہ بھی عبدیت کی دلیل ہے ۔ اور کریم معافی مانگنے والے کو نہیں پکڑتے ۔ گرے ہوئے کو کوئی نہیں گراتا ۔ بلکہ گرے کو اٹھاتے ہیں ۔ رب تعالےٰ بھی معافی مانگنے والے کو پکڑتا نہیں، بلکہ معافی دیتا ہے ۔ وہاں بھلنے نہ بناؤ عجز و انکساری لے کر حاضر ہو ۔ ؎

عجز کار انبیاء و اولیاء است   عاجزی محبوب درگاہ خدا است

اللہ تعالےٰ توبہ قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالےٰ کی صفت خلق ازلی

۲۶ - انعام ۷/۹ = وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنَ ٥

ترجمہ:- اور وہی ہے، جس نے پیدا کیا۔ آسمان و زمین ٹھیک بنائے۔ اور جس دن ہر چیز کو کہے گا، ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی۔

اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے، کہ نماز وغیرہ ریا کاری کے لیے نہ پڑھو، بلکہ رب کے خوف سے، اس لیے کہ تمھیں اس کی بارگاہ میں پیش ہو کر جواب دہی کرنا ہے۔ یہاں حق سے مراد حکمت ہے۔ یا درستی، یعنی آسمان کی ہر چیز حکمت سے ہے۔ اور بالکل درست ہے۔ کہ اس سے رب تعالےٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ ؏

حمد قولی، حمد فعلی، حمد حال
ہے سزاوار خدا ذو الجلال

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰى اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صلے اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ دُلَّنِي عَلٰے عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ
تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ
الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ
رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا أَزِيْدُ عَلٰے هٰذَا
شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں
کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے مجھے ایسے کام کی ہدایت
فرمایئے کہ میں وہ کروں تو جنتی ہو جاؤں۔ فرمایا۔ اللہ کو پوجو
اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ فرض
دو، رمضان کے روزے رکھو۔ وہ بولا۔ قسم اس کی جس
کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کبھی اس سے کچھ گھٹاؤں
بڑھاؤں گا نہیں۔ جب وہ چلا گیا تو حضور صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ کہ جو جنتی مرد کو دیکھنا چاہے، وہ اسے
دیکھ لے۔

(ف) یعنی وہ مومن ہے۔ جو اللہ و رسول کی امن میں ہے۔ تم اسے نہ ستاؤ۔ ورنہ اللہ و رسول کے خائن ٹھہرو گے۔ اس سے معلوم ہوا، کہ حضور کی پناہ لینا شرک نہیں۔ ایمان کا رکن ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی مسلمان کو ستانا فاسق کو ستانے سے زیادہ بُرا ہے۔ کہ اس میں ظلم بھی ہے۔ اور اللہ و رسول کی خیانت بھی۔ یہ جملہ عبادت کی تفسیر ہے۔ چوں کہ اس وقت تک جہاد وغیرہ کے احکام آئے نہ تھے، یا اس پر جہاد فرض نہ تھا۔ اس لیے جہاد کا ذکر نہ فرمایا۔ یعنی ان فرائض میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا۔ کہ فجر چار یا چھ پڑھوں، اور ظہر دو یا تین۔ روزے چالیس یا پچیس رکھ لوں۔ یا اپنی قوم تک بعینہٖ یہ ہی احکام پہنچا دوں گا۔ تبلیغ میں زیادتی یا کمی نہ کروں گا۔ یا اب سوال میں زیادتی کمی نہ کروں گا۔ لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں۔ کہ فطرہ، قربانی، نماز عیدین، روزہ نذر، وتر ضروری نہ ہوں۔ یہ احکام اس وقت تک آئے ہی نہ تھے۔ بعد میں خود حضور نے احکام میں زیادتی فرمائی۔ لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم

ہوئے ۔ ایک یہ کہ جنتی آدمی کو دیکھنا بھی ثواب بزرگوں کے دیدار سے گناہ بخشے جاتے ہیں ۔ ؎

اٹھ فریدا سُتیا توں خلقت ویکھن جا
مت کوئی بخشیا مل جاوی توبھی بخشیا جا

دوسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کے انجام نیک بختی بد بختی کا علم ہے ۔ جانتے ہیں ۔ کہ جنتی کون ہے، دوزخی کون، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تھی، کہ یہ بندہ مومن تقوےٰ پہ رہے گا ۔ ایمان پر مرے گا اور جنت میں جائے گا ۔ یہ سب کچھ حضور کی غلامی میں ہے ۔ ع

کھڑا جہاز نبیاں محمد مارے سَد ہمانا
پھڑ لو پلا حضرت والا جس نے جنت جانا

۲۷۔ انبیاء ۲/۲ = وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

ترجمہ ۔۔۔ اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک آسمان میں تیر رہا ہے ۔

تشریح ۔ تاکہ تم رات میں آرام اور دن میں کام کرو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات پہلے ہے اور دن بعد میں یہ

ہی اسلامی قانون ہے کہ غروبِ آفتاب سے تاریخ بدلتی ہے۔ عقل بھی یہی چاہتی ہے۔ کیوں کہ تاریکی نور سے پہلے ہے۔

۲۸۔ المؤمنون۔ ۵۵ ع وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ۔ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۔

ترجمہ:- اور وہی ہے جس نے بنائے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت ہی کم حق مانتے ہو۔

تاکہ تم حق سنو، حق دیکھو، حق سمجھو۔ جس نے اپنی آنکھ کان اور دل سے یہ کام نہ لیے اس نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکوگے

شیخ سعدیؒ کا شعر:-

اگر شکر حق تا بروز شمار

گذاری نباشد یکے از ہزار

یہاں ہی بات ختم نہیں ہو جاتی کیونکہ تمھاری ہر قسم کی منہ مانگی مرادوں میں سے بعض عطا فرمائیں۔ یا کل تکثیر کے لیے ہے۔ اور مِن بیانیہ ہی [illegible] منہ مانگی نعمتیں بخشیں۔ جیسے رب تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ مقصد یہ ہے کہ کروڑوں نعمتیں تمہارے بغیر مانگے تمہیں بخشیں۔ جن کا ذکر ہو چکا اور بہت سی نعمتیں تمہیں منہ مانگی دیں۔ ہم تمہاری ضرورتیں تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہماری عطا تمہارے مانگنے پر موقوف نہیں۔

۲۸۔ فرقان ۱۹/۱ = تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ٥

ترجمہ:- بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا۔ اور چمکتا چاند۔"

معلوم ہوا کہ پیغمبر کی تعلیم بد نصیب کے لیے زیادہ گمراہی کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسے سورج سے چمگادڑ کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔

۲۹۔ رعد ۱۳/۱ = اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

ترجمہ:- اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے کہ تم دیکھو۔ پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے

لائق ہے۔ اور سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک چلتا ہے۔

تشریح:۔ اس طرح کم کفار میں سے کوئی اسے شعر کہتا ہے، کوئی جادو کوئی کہانت۔ اس سے معلوم ہوا کہ موثر کی تاثیر متاثرہ کی قابلیت پر موقوف ہے۔ جو کہ ترجمہ میں مذکور ہے۔ بغیر ستونوں کے آسمان کو بلند کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ ایسے ستون نہیں جو تمہیں نظر آئیں ورنہ آسمانوں کے ستون ہیں جیسے اللہ کی قدرت وعدل والصالحین اولیاء اور انبیاء کرام اسکے ستون ہیں جو تم انکو دیکھتے ہو کہ بغیر ستون قائم ہیں ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی جگہ مقیم ہے۔

۳۔ آل عمران۔ ۳/۱ = هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ:۔ وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے۔ ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا ہے۔ ع

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

تشریح: وہ اللہ تعالیٰ جو آسمان و زمین کی ہر چیز کو ہر

وقت بغیر کسی کی تعلیم اور اعلام کے جاننے یہ وصف کسی بندے میں نہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو علم غیب دیا بھی نہیں ۔ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے ۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

حضور فرماتے ہیں ۔

فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ (مشکوٰۃ شریف)

اس لیے رب تعالےٰ نے ہر چیز کو لوحِ محفوظ پر لکھ دیا تاکہ اس کے ذریعے ان خاص بندوں کو علوم عطا فرمائے جائیں ۔ جن کی نظریں لوحِ محفوظ پر ہیں ۔ جیسے کہ وہ چاہے ، یہ گورے اور کالے ، یہ سیاہ اور سفید یہ بدصورت اور خوبصورت سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں ۔ جس کو گورا بنا دے کوئی دوسرا اس کو کالا نہیں بنا سکتا ۔ جس کو وہ کالا بنا دے کوئی دوسرا اس کو گورا نہیں بنا سکتا ۔ لیکن اس نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو یہ اختیار دے دیا ۔ کہ میں جسے کالا بنا دوں ، تو اسے گورا بنا سکتا ہے ۔ اور میں جس کو بدصورت بنا دوں تو اسے خوبصورت بنا سکتا ہے ۔ جیسے عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ

مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔ ایک حبشی غلام نے رسولِ اکرمؐ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ دیکھ کر عرض کیا۔ کہ آپ کون ہیں۔ تو کملی والے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اللہ کا نبی ہوں اور میرا نام محمد مصطفےٰ ہے تو اس نے عرض کی کہ مجھے کلمہ پڑھاؤ۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ تو رحمتِ دو عالم کی رحمت جوش میں آ گئی۔ اور فرمایا۔ کہ مجھ سے جو دل چاہے، مانگ لے۔ حبشی نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں دنیا نہیں مانگتا، میں تخت و تاج نہیں مانگتا، مجھے سونے اور چاندی کے خزانوں کی ضرورت نہیں۔ کملی والے نے فرمایا، پھر کیا مانگتا ہے۔ عرض کی کہ میں کالا ہوں مجھے گورا کر دو، میں سیاہ ہوں مجھے سفید کر دو۔ اور میں بدصورت ہوں مجھے خوبصورت کر دو، مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مصطفےٰؐ دست مبارک بہ رخش

کہ کملی والے آقا نے اپنا دستِ رحمت اس کے سیاہ چہرے پر پھیرا۔ تو اسکی کیفیت یہ ہو گئی۔ کہ

یوسف شد در جمال و در کمال

کہ وہ یوسف ثانی بن گیا۔ اور اس کا سیاہ چہرہ بدر منیر کی
طرح چمکنے لگا۔ کہ تمھیں تمھاری ماؤں کے شکم میں جیسی
چاہتا ہے صورت بخشتا ہے۔ لڑکا بنائے یا لڑکی، کامل
یا ناقص، کالا، یا گورا یا جس طرح چاہے تمھیں بنا دے،
باپ کے نطفہ سے یا بغیر نطفہ جیسے عیسٰی علیہ السلام کو
پیدا فرمایا، یہ اس کا کمال ہے۔ وہ ہی غالب حکمت والا
ہے۔ یہ تمام گزشتہ دلائل کا نتیجہ ہے پہلے مطلوب کے
طریقہ پر ارشاد فرمایا گیا تھا۔ مسلم و بخاری وغیرہ میں ہے، کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ انسان کا نطفہ
چالیس روز تک رحم میں اسی رنگ پر رہتا ہے پھر چالیس
دن تک جمے ہوئے خون کی شکل میں پھر چالیس دن پارہ
گوشت کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر رب تعالٰے ایک فرشتہ
بھیجتا ہے جو اس کی تمام کیفیت لکھ جاتا ہے۔ کہ لڑکا ہے
یا لڑکی، بد بخت ہے یا نصیبہ ور، اسے کیسا رزق ملے گا، کب
مرے گا، کیسے کام کرے گا۔ یہ تمام کچھ ایک صحیفہ میں لکھ
کر اس بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ رب تعالٰے نے
فرمایا۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ۔ بعض

بدنصیب جنت کے کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ پلٹا کھا کر دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہوا مرتا ہے اور جہنم میں جاتا ہے۔ اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ وہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک اس کی تقدیر اس پر سبقت کرتی ہے اور اس کی زندگی کا نقشہ بدل جاتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے۔ اسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے (خزائن مخازن درود شریف)

انسان کو چاہیے کہ رب تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرے، اپنے ظاہری اعمال پر گھمنڈ نہ کرے۔ اور یہ دعا کرتا رہے ۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
کس کا منہ تکیئے کہاں جائیے کس سے کہیئے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

اعلیحضرت رحمۃ

شرک کی سزا!

۳۱-نساء ۴ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

ترجمہ:- اللہ اُسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

تشریح:- شرک سے مراد کفر ہے۔ رب تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا - اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو کفر پہ مرجاوے، اس کی مغفرت نہیں۔ گناہ پہ مرنے والے کی مغفرت ہو سکتی ہے۔ یہ مطلب نہیں، کہ توبہ سے بھی کفر معاف نہیں ہو سکتا۔ عام اہلِ عرب پہلے کفار ہی تھے، ایمان لائے، کفر سے توبہ کی بخشے گئے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوتے، ایک یہ کہ گمراہی جو کفر تک نہ پہنچی ہو گناہ

کبیرہ، حقوق اللہ اور حقوق العباد تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں اگرچہ حقوق العباد کی مغفرت کا طریقہ یہ ہوگا، کہ رب تعالیٰ صاحب حق سے معاف کرا دے گا۔ دوسرے یہ کہ خلف وعید جائز بلکہ واقع ہے۔ وہ وعدہ اصل خلاف ہی نہیں تمام گناہوں کی سزا مشیت الٰہی پر موقوف ہے تیسرے یہ کہ اس بخشش کا یقین نہیں امید ہے۔ کیوں کہ لِمَنْ يَّشَآءُ فرمایا گیا، لہٰذا یہ آیت گناہ پر جرات نہیں پیدا کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

فوائد:۔ اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ جو بدعقیدگی کفر تک پہنچ جاوے اور بندہ اس سے توبہ کیے بغیر مر جائے۔ وہ ہرگز معافی کے قابل نہیں اس کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مذکورہ آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا۔ کفار مردوں کو مرحوم یا مغفور کہنا ان کے لیے دعا مغفرت کرنا انھیں ایصالِ ثواب کرنا، ان کے نام کے ختم فاتحہ کرنا حرام ہے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے۔ کہ ان سب میں ان کفار کے لیے دعا مغفرت ہے۔ اور کفار مغفرت کے لائق نہیں۔ ناممکن چیز کی

دعا مانگنا حرام ہے۔ اس سے وہ مسلمان عبرت پکڑیں، جو مشرکین وکفار کی خوشامد میں ہندو لیڈروں کو مرحوم یا جنتی کہتے ہیں۔ یا ان کے لیے ختم وغیرہ پڑھتے ہیں۔ رب تعالےٰ غیرت ایمانی نصیب فرمائے۔ آمین۔ تیسرا فائدہ۔ کفر کے سوا سارے گناہ قابلِ معافی ہیں۔ خواہ گناہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ۔ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ اگرچہ ان میں سے ہر قسم کی معافی کا طریقہ علیحدہ ہوگا۔ مثلاً حقوق العباد کی معافی کا طریقہ یہ ہوگا، کہ رب تعالےٰ صاحب حق سے معافی دلوا دے گا۔ چوتھا فائدہ گناہوں کی معافی کی اللہ کے کرم سے امید رکھنی چاہیے۔ لہذا رب سے خوف رکھو امید بھی جیسا کہ لِمَن یَّشَآءُ سے معلوم ہوا یہ آیت گناہوں پر دلیر نہیں کر رہی ہے۔ بلکہ گناہوں سے روک رہی ہے وہ غفور رحیم ہے۔ جسے چاہے اپنے نیک بندوں کے راستے پر چلا دے وہ مالک ہے۔ اور بھلائی کا سرچشمہ شیطان ہے، جسے چاہے، اس کی طرف مائل کر دے، شیطان بُرے کام پر صرف وعدے کرتا ہے، اور اچھے کام پر صرف ڈراتا ہے۔ کہ تم بدمعاشیوں میں خوب خرچ کرو، تمہارا نام زندہ

رہے گا۔ اللہ کے نام پہ ایک پیسہ بھی نہ دینا ورنہ غریب ہو
ہو جاؤ گے۔ اس قسم کی آرزو دلاتا ہے، کہ ابھی تم بہت جیو
گے، تمہاری صحت، دولت، عزت، عظمت اور شان و
شوکت ہمیشہ رہے گی۔ آرام کرو۔ یہ دولت لازوال ہے۔
رب تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ
اِلَّا غُرُوْرًا۔ یہ شیطانی وعدوں کی حقیقت کو شیطان کے
تمام وعدے وعیدیں، آرزوئیں، تمنائیں، محض ایک دھوکا
اور فریب ہے۔ جس کی حقیقت کچھ نہیں یہ مردود عین وقت
پر دھوکا دیتا ہے، جیسا کہ دن رات تجربہ ہو رہا ہے۔ شعر۔

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھیک ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

کجا رفت قارون و اورا گنج کجا رفت، نمرود و فرعون و شداد
اور ان کی عزت و دولت وہ ختم ہو گئے اور ان پہ لعنت
باقی رہ گئی۔

نہ ماند ستمگار بد روزگار
بماند برو لعنت پائیدار

یہ شیطان کی اطاعت کرنے والوں کا انجام ہے۔ نیکی

اللہ تعالےٰ اور رسول کی تابعداری کرنے والوں کا انجام یہ ہے۔

سورہ احزاب ۔ ۲۲/۹ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی، پس تحقیق رتبہ پایا اس نے مرتبہ بڑا۔ کیا کسی نے خوب کہا۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

توبہ ۔ ۱۱/۱۲ ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

ترجمہ:۔ اور مہاجرین اور انصار سے پہلے سبقت لے جانے والے اور جنہوں نے ان کی اتباع کی نیکی کے ساتھ ان سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو

گئے ۔ اور ان کے واسطے اللہ نے باغات تیار کیے ہیں جن
کے نیچے نہریں ہمیشہ جاری رہیں گی ۔ یہ بہت بڑا درجہ ہے

فیصلہ قرآنی

۳۲ ۔ آل عمران ۔ ۳/۹ = وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ
يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥

ترجمہ :- اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا ، وہ ہرگز
اس سے قبول نہ کیا جائے گا ۔ نیز وہ آخرت میں زیاںکاروں
سے ہے ۔

تشریح :- اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیے ، کہ اپنے
ایمان کا اپنے قول ، فعل ، صورت و سیرت سے اعلان
کرے ۔ دین کو سستی یا کسی اور وقت کی وجہ سے نہ
چھپائے ۔ اور صورت و اخلاق کو کافروں کی طرح نہ بنائے ۔
اس مذکورہ آیت کے شروع میں مَنْ آیا ہے ، جو کہ اسماء
شرطیہ میں سے ہے ۔ یعنی جو عقل والوں کے لیے استعمال
ہوتا ہے ۔ جیسے مَا غیر عقل والوں کے لیے ۔ چونکہ سوا انس و
جن کے کوئی مخلوق کفر کرتی ہی نہیں ۔ اسی وجہ سے اس جگہ

مَنْ ارشاد ہوا۔ اس مَنْ میں تمام انسان و جنات کسی جگہ کے ہوں۔ کسی زمانہ کے ہوں سب (بلا لحاظ) شامل ہیں۔ نماز کے موقع پر اگر مَنْ استعمال ہو۔ تو اس سے کچھ لوگ مراد ہوتے ہیں، جس سے دیوانے بچے۔ حائض نفساء خارج ہوتی ہیں۔ زکوٰۃ کے موقع پر مَنْ سے غربا اور مساکین، خارج۔ حج کے موقع پر من سے بہت لوگ خارج مگر ایسے موقع پر مَنْ سے سب ہی مراد ہوتے ہیں۔ دین موسوی و عیسوی خاص علاقوں کے لیے تھے۔ مگر اسلام تمام جہاں کے لیے۔ اس لیے یہاں من سے مراد ہر جن اور انسان ہے۔

اس آیت میں سارے آسمانی ادیان داخل ہیں، کہ ان میں سے ہر دین اپنے وقت میں اسلام تھا۔ اور یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے۔ یا شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ تب یہ حکم اس وقت کے لحاظ سے ہے۔ دین کے معنیٰ اور اسلام و دین میں فرق ہم پچھلی آیت میں بیان کر چکے ہیں، کہ جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے خواہ یہودیت و نصرانیت کو کہ وہ ادیان

اپنے وقت میں اسلام تھے۔ اب ان کا اختیار کرنا گمراہی ہے۔ غرض کچھ بھی سہی اس کا انجام یہ ہو گا۔
یعنی اس کا تلاش کرنا۔ وہ دین یا ماسوائے اسلام یا اس شخص کی نیکیاں کبھی قبول نہ کی جائیں گی۔ بلکہ وہ اس کا دین اور اس کے نیک اعمال سب مردود ہوں گے۔ جن کا نہ ثواب اور نہ اس سے رفع درجات اور اس پر کفایت نہیں۔

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ یا تو یہ نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدائیہ اور یا فِیْہِ کی ضمیر سے حال ہے اور واؤ حالیہ یا فَلَنْ یُّقْبَلَ پر معطوف ہے۔ اور واؤ عاطفہ ہے جیسا کہ اس کا حال ویسا ہی اعراب، ھُوَ کا مرجع مَنْ ہے۔ آخرت سے مراد دنیوی، زندگی کے بعد کی حالت ہے۔ جس میں برزخ اور قیامت اور اس کے بعد کے سارے اوقات داخل ہیں۔ الْخٰسِرِیْنَ اصل میں اَلْخٰسِرُوْنَ تھا۔ جب اس کے شروع میں مِنْ آیا یہ جر کی حالت ہے۔ جر کی حالت میں جمع مذکر سالم کا اعراب ایسی یا جس کا ماقبل مکسور ہو۔ اس وجہ سے خٰسِرِیْنَ ہوا۔ خٰسِرِیْنَ

خسران سے بنا، جس کے معنی ہیں ثواب سے محرومی۔ بلکہ لغت میں خسران اصل پونجی کے جاتے رہنے کو کہتے ہیں۔ خاسر وہ تاجر ہے، جو بجائے نفع کے اپنا اصلی مال بھی کھو بیٹھے، چونکہ کافر اپنا فطری دین کھو بیٹھتا ہے، جو وہاں سے لایا تھا۔ اس لیے اُسے خاسر فرمایا گیا۔ یعنی ایسا شخص، آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا، جو اپنی اصل پونجی کھو بیٹھے کہ نیکیوں کا ثواب تو کیا پاتا اپنا فطری دین بھی کھو بیٹھا۔

اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نیک عمل کرنے اور سچے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس ظالم قوم کو جنھوں نے جان بوجھ کر آپ کا انکار کیا۔ جن کے دلوں میں آپ کی عداوت کی آگ بھڑک رہی ہے، کیسے ہدایت دے دیں۔ اور انھیں اپنی جنت میں کیسے آنے دیں۔ جنت تمھاری خاطر بنی، تمھارے غلاموں کے لیے بنی۔ اللہ تعالےٰ کفر حسد سے بچائے، آمین۔ شیطان عداوت

کیونکہ کافر تھا۔ جس سے اس کی ساری عبادت برباد ہوگئی عداوتِ پیغمبر وہ آگ ہے جو ساری نیکیوں کو صرف برباد ہی نہیں کر دیتی بلکہ قلب کو ایمان کے قابل نہیں چھوڑتی۔ مولانا فرماتے ہیں :۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند

جب رب تعالیٰ کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے، تو اسے اللہ کے مقبول بندوں میں عیب نکالنے کی سوجھتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت فرمائے، اور اپنی وحدانیت پہ پر قائم رکھے۔

آل عمران ۸ :۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں، اور اسی کے حضور گردن رکھتے ہیں۔ جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں، خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھیریں گے۔

تشریح :۔ معلوم ہوا کہ اسلام کے سوا تمام دین اللہ کے

دین کے سوا ہیں۔ خواہ شرک ہو یا یہودیت یا مجوسیت اسی طرح دعویٰ اسلام کرنے والوں میں جو فرقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پھرا وہ دین الٰہی پہ نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بڑے سے بڑا آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پھر جائے وہ کافر زندیق ہے ۔ ان سرکار کی چوکھٹ کی غلامی کا نام ولایت ہے ۔

باب التوحید از احادیث

مشکوٰۃ شریف۔ ص ۱۴ج وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ روایت ہے حضرت معاذؓ سے کہ میں ایک درازگوش پر حضورؐ کے پیچھے اس طرح سوار تھا، کہ میرے اور آپؐ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا کچھ نہ

تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ معاذ کیا جانتے ہو۔ اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے، اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کا حق بندوں پر تو یہ ہے۔ کہ اُس کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھرائیں۔ اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے، کہ جو اس کا شریک نہ ٹھراتا ہو۔ اُسے عذاب نہ دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں، فرمایا۔ یہ بشارت نہ دو، ورنہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

اس حدیث پاک کے راوی حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ جن کے والد کا نام جبل انصاری ہے، اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ حضورؐ نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کا حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس میں بعمر ۳۸ سال آپ کی وفات ہوئی۔ ملک شام میں قبر شریف ہے۔ آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ حضرت

معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے، یا اسرار الہیہ میں سے شرعی احکام سب کے لیے ہیں۔ طریقت کے اسرار اہل کے لیے خیال رہے۔ کہ عوام بشارت سن کر، بے پروا ہو جاتے۔ مگر خواص بشارت پاکر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ رب تعالٰے نے اپنے حبیب سے فرمایا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ..... الخ۔ تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمان غنی سے فرمایا گیا تھا۔ کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے ہو۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ تو ان کے اعمال اور زیادہ ہو گئے۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۲ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ أَمْرٍ عَظِيْمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا

يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ
تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ
ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ
سَنَامِهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَأْسُ الْاَمْرِ
اَلْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوۃُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهٖ
اَلْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ
قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ كُفَّ
عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ
بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ
يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِ
هِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَهْ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے
ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے ایسا کام بتائیے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ
سے دور کر دے۔ فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی، ہاں جس
پر اللہ آسان کرے، اُسے آسان ہے۔ اللہ کی عبادت

کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ جانو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو
رمضان کے روزے رکھو۔ کعبہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا۔ کیا میں
تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتادوں۔ روزہ ڈھال ہے۔
خیرات گناہوں کو ایسا بجھاتی ہے، جیسے پانی آگ کو اور
درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا۔ پھر تلاوت کی کہ
ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔
پھر فرمایا۔ کیا میں تمھیں ساری چیزوں کا سر، ستون کوہان
کی بلندی نہ بتادوں۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ نے فرمایا۔
تمام چیزوں کا سر اسلام ہے، اور اس کا ستون نماز اور
کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ کیا تمھیں ان سب
کے اصل کی خبر دے دوں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں یا نبی اللہ
پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ
کر فرمایا۔ کہ اسے روکو۔ میں نے عرض کیا، کہ یا نبی اللہ کیا زبانی
گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی۔ فرمایا۔ تمھیں تمھاری ماں روئے
اے معاذ لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں
کی کٹوتی (یہ حدیث احمد ترمذی، ابن ماجہ سے روایت کی گئی ہے)
توحید کسے کہتے ہیں؟ اے میرے بزرگو! اب یہ دیکھنا

چاہیئے، کہ توحید کسے کہتے ہیں۔ زمانۂ حال میں کئی عیسائی
آریہ اور سکھ بھی بظاہر توحید کے دعویدار دکھائی دیتے ہیں
آیا وہ مومن ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یاد رکھیئے۔ اللہ کو ایک ماننا
اور لاشریک جاننا اور اس کی صفات کو ماننا یہ توحید
ہے۔ اب جو اللہ کو ایک مانے۔ مگر اس کی کسی صفت
پر ایمان نہ لائے۔ تو وہ مومن نہیں، بلکہ بے ایمان ہے۔
مثلاً یوں کہیئے۔ کہ اللہ ایک ہے۔ مگر وہ رازق نہیں یا وہ
مالک نہیں۔ یا اس طرح کہیئے، وہ قادر نہیں۔ یا عالم نہیں۔
تو اس کا اللہ کو ایک کہنا بیکار ہے۔ اور وہ اللہ کی کسی ایک
صفت کا بھی انکار کرکے مومن و موحد ہرگز نہیں ہو سکتا۔
بے ایمان کا بے ایمان ہی ہے۔

تو بھائیو! اللہ تعالےٰ کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت
مرسل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ہے۔ یعنی وہ اللہ
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھیجنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ
خود فرماتا ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ (پ ۱۰ س توبہ ع ۱)
میں ہے۔ تو جو شخص اللہ کو مانے اور حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہ مانے۔ تو اس نے خدا

کی ایک صفت مرسل محمد کا انکار کرکے خدا کو نہیں مانتا۔
اور وہ موحد و مومن ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ کافر کا فر ہی رہا۔
آؤ دیکھئے (نجدی توحید) اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ نہ گو۔
یہ عبارت وہابیوں کی سب سے بڑی معتمد کتاب تقویۃ
الایمان میں ہے۔ جتنے پیغمبر آئے، سو وہ اللہ کی طرف سے
یہی حکم لائے۔ کہ اللہ تعالٰے کو مانئے اور اس کے سوائے
کسی کو نہ مانئے (اصل عبارت تقویۃ الایمان صلا)
مطلب یہ ہے کہ کسی پیغمبر کو نہ مانو۔ تو اگر پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہ مانا جائے۔ تو رب کی صفت کا انکار ہوا۔
چنانچہ اگر رب کی صفت کا انکار کیا، تو پھر وہی ہو گیا، جو
کہ مذکور ہے۔ خدا کی صفت کے انکار کرنے سے مومن
ہرگز نہیں ہوتا۔ ایک اور مسئلہ قابل غور ہے (عام طور
پہ لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے) شرک کیا ہے۔ آیئے
دیکھئے۔ یہ بھی عبارت وہابیوں کی سب سے بڑی معتمد کتاب
تقویۃ الایمان میں ہے (عموماً لوگ آگلے وقت پیروں کو
پیغمبروں کو، اماموں کو شہیدوں کو فرشتوں کو پکارا کرتے
ہیں۔ انہی سے مرادیں مانگتے ہیں۔ انہی کی منتیں مانتے ہیں

مرادیں بر لانے کے لیے انہیں پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔
یعنی مدد چاہتے ہیں۔ کوئی آڑے وقت میں کسی کو پکارتے
ہیں) کیا مدد مانگنا شرک اور بدعت ہے۔ نہیں ہرگز نہیں؟
کفر و شرک وارتداد کے دنیوی و اخروی احکام کتاب و
سنت میں کفر کے حسب ذیل دنیوی و اخروی احکام
بڑی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور ان احکام
پر تمام اہلِ اسلام کا اتفاق بھی ہے۔ کفر کا اخروی حکم
ہے۔ کہ اس کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔ اور کافر و
مشرک کی بخشش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔
إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ۔ اللہ تعالےٰ مشرک
یعنی شرک کرنے والوں کی بخشش نہیں فرمائے گا۔
شرک و کفر یہ ہے کہ اللہ کی صفات کا انکار کرنا، چنانچہ
پیغمبر اور فرشتے اور نیک ایمان والے کی مدد سے انکار کرنا
کفر ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں سورۃ تحریم، پارہ اٹھائیس
رکوع اٹھارہ میں ہے :۔
فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

ترجمہ:۔ تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے۔ اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے بندے مددگار ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں حضرت جبرئیل اور صالح مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا ہے۔ اور فرشتوں کو ظہیر یعنی معاون قرار دیا گیا۔ جہاں غیر اللہ کی مدد کی نفی ہے وہاں حقیقی مدد مراد ہے۔ لہذا آیت میں تعارض نہیں۔ یعنی اگر تم نے ہمارے نبی کی خدمت و مدد نہ کی۔ تو ان کے مددگار بہت ہیں۔ ان کا مددگار خود اللہ تعالےٰ ہے حضرت جبرئیلؑ نیک مسلمان اور سارے ہیں۔ اگرچہ حضرت جبرئیل بھی فرشتوں میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ وہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے۔ یاد رکھئے۔ کہ نبی مسلمانوں کے ایسے مددگار ہیں، جیسے بادشاہ رعایا کا۔ اور مومن حضور کے ایسے مددگار جیسے خُدام اور سپاہی بادشاہ کے۔ چنانچہ مدد مانگنے کا ثبوت ایک اور روایت میں بھی یاد آیا ہے۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ اسی

آیت شریف میں صبر اور نماز سے استعانت یعنی مدد مانگنے کا حکم کیا گیا۔ حالانکہ صبر اور نماز غیر اللہ ہیں۔ سنن ابو داؤد میں آیا ہے۔ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غم لاحق ہوتا، تو نماز (نفل) پڑھتے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی آپ کو کسی قسم کا غم لاحق ہوتا تو نماز (نفل) کی کثرت کرتے۔ تو اللہ اس کے وسیلے سے رہائی دلاتا اس قسم کے امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے کیئے۔ ورنہ آپ کو ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مومنوں کے لیے اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے لیے صبر اور نماز کے ساتھ استعانت جائز رکھی تو اہل نماز و صبر سے امداد مانگنا بطریق اولےٰ جائز ہوگا۔

اب میں انبیاء علیہ السلام اور اولیا اللہ کو وسیلہ پکڑنا، چند احادیث نبویہ اور اقوال آئمہ سے ثابت کرتا ہوں، تاکہ کسی عامل با لحدیث کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ جیسا کہ مذکورہ اور آئندہ آیت میں

میں ہے۔ جو کہ وہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ:۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کریں۔ تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ کرنے والا مہربان پائیں گے۔

لہذا ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ تم ان کے پاس حاضر ہو۔ لکَ کی ضمیر اشارہ کر رہی ہے۔ نیز مدد چاہنا بھی ثابت ہوا۔ اور پچھلی مذکورہ آیت سے بظاہر ثابت ہے کہ اللہ اور جبرئیل اور نیک صالح اور فرشتے مددگار ہیں۔ یعنی تم ولیوں اور نبیوں کے پاس جاؤ لہذا وہ تمہاری مددگار ہیں۔ یہ جو اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ ایمان کے دعوے دار شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ شرک نہیں یہ تو یقیناً اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ رواہ البخاری۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا جو آدمی میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میں اس کو لڑائی کا اعلان کرتا ہوں ۔ نہیں قرب ڈھونڈا میری طرف میرے بندے نے کسی چیز کے ساتھ زیادہ محبوب میری طرف اس چیز سے جو فرض کی ہیں میں نے اس پر ہمیشہ بندہ میری طرف نوافل کے ساتھ قریب ہوتا ہے۔ حتی کہ میں محبت کرتا ہوں جس وقت محبت کرتا ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور میں اس کے کان

بن جاتا ہوں جس کے ساتھ سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور بہ ضرور عطا کرتا ہوں۔ اور البتہ اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا، کہ میرے محبوب کے پاس حاضر ہو اور دوسری جگہ کہ میں ان کا مددگار ہوں۔ اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔ معلوم ہوا کہ مدد چاہنا شرک نہیں

بلکہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو رد کرنا یعنی قرآن مجید کی آیات کو نہ ماننا۔ مدد نہ ماننے میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات نہ ماننا۔ آیات کا نہ ماننا یہ سبب کفر ہے۔ یہ ہی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

سورہ نساء ع ۱۸ = اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ج وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ۔

ترجمہ:۔ یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پہ اللہ نے لعنت کی۔ اس آیت میں اِلَّا حرف استثنا ہے۔

یہی حالت شرک والوں کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی غلامی میں رکھے اور شرک سے نجات دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ اے میرے محبوب فرما دو اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا بڑا

مہربان ہے۔

معلوم ہوا کہ مصطفےٰ کی غلامی بھی ایک شرک اور کفر سے بچنے کا سبب ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

خوب یاد رکھیئے، بجبز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے توحید توحید نہیں ایمان نہیں اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر خدا کو پانا چاہے گا، ہرگز نہ پاسکے گا۔ کہ

خدا کے سب ہیں بندے پر خدا ملتا نہیں انکو
خدا ملتا ہے ان کو جو بنے بندے محمد کے

نیز اللہ تعالےٰ ان بندوں کو ملتا ہے، جو مصطفےٰ کے غلام بن جائیں۔ تابعدار، ثنا خواں۔ بن جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دونوں جہانوں میں اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر جلد دو صـ۵۰ = إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰے قَالَ يَا مُحَمَّدُ كُلُّ اَحَدٍ يَطْلُبُ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ فِي الدَّارَيْنِ۔

تحقیق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے کملی والے محبوب

دنیا کی ہر چیز میری رضا چاہتی ہے۔ اور میں دونوں جہانوں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اس جہاں میں تحویل قبلہ اور اس جہاں میں گنہگار امت کی بخشش ہے

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
تعجب کی جا ہے کہ آگ دوزخ پر
لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

رسالت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر کو بھی بلند فرمایا۔ جیسے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا۔ شعر

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے تیرا بول بالا ہے تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے اپنے
محبوب کے درجہ اور مرتبہ کو بلند فرمایا۔ نیز آپ کے
ذکر کو بلند فرمایا۔ یعنی ذکر سے بھی اور مرتبہ سے بھی۔ معلوم
ہوا کہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
سارے رسولوں علیہم السلام میں افضل و اعلیٰ ہیں، اور
آپ سب کے سردار و سلطان ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بچے ہی تھے،
جب حلیمہ آپ کو اپنے دادا حضرت عبدالمطلب
سے لے کر اپنے گاؤں لے گئیں۔ ان دنوں عرب
میں یہ دستور عام تھا کہ عرب کے شہری اپنے بچوں کو دیہات
میں بھیج دیا کرتے تھے، تاکہ کھلی فضا میں پروان

چرھیں۔ آپ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ تو بی بی حلیمہ
کی بکریاں چرانے لگے۔ بکریوں کے اس رکھوالے پر ہماری
جانیں قربان کہ بڑا ہو کر یہی رکھوالا پوری امت کا نگہبان
بننے کو تھا۔ بی بی حلیمہ کی بکریاں چرانے والا یہی ہمارا
مولا، ہمارا آقا تھا، آخری نبی تھا۔ اور تمام نبیوں سے افضل
تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم اپنے بچپن میں عام بچوں سے مختلف تھے۔ عام قسم
کے کھیلوں کا شوق آپ کو بچپن ہی سے نہ تھا۔ بچپن ہی
سے آپ کو سوچ بچار اور غور و فکر کی عادت تھی۔ کیا کسی
نے خوب فرمایا۔ شعر۔

جو لڑکے باہم جا بجا کھیلتے تھے
نہ ان میں کبھی مصطفےٰ کھیلتے تھے

روایت ہے اکثر لوگوں کے لڑکے جو کے کی گلیوں میں کھیلتے تھے

بھلاتے تھے ان کو بھی راہِ ہدایت
نہ ان میں کبھی مصطفےٰ کھیلتے تھے
کھلونے بنے چاند سورج نبی کے
وہ ہر کھیل قدرت نما کھیلتے تھے

اس وقت بہت کم لوگوں کو یہ اندازہ تھا کہ یہ چپ چاپ خاموش رہنے والا بچہ دنیا کا آخری نبی اور رسول ہوگا۔ چالیس سال کی عمر میں جب ایک روز آپ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو اللہ کا پیغام ملا۔ ہمارے رسول کے لیے یہ پہلا آسمانی پیغام تھا۔ اور پھر اکثر آپ کو اللہ تعالےٰ کا پیغام ملتا رہا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا میں ہدایت کا نور پھیل گیا۔ آج مسلمان انسان کی زبان پر فخر سے کلمے جاری ہیں۔ کیا کسی نے خوب فرمایا۔ شعر:-

دل آرا محمدؐ ہمارا محمدؐ
ہے ہم سب کی آنکھوں کا تارا محمدؐ

فقط ہم کو ہی سب سے پیارا نہیں ہے
خدا کو بھی ہے سب سے پیارا محمدؐ

ہمارا محمدؐ تمھارا محمدؐ
جہاں میں ہر اک کا سہارا محمدؐ

اگرچہ ہیں سارے نبی ہم کو پیارے
مگر سب سے بڑھ کر ہے پیارا محمدؐ

ادھر آؤ بچو کہیں مل کے سارے ... ہمارا محمدؐ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور ہم کیوں نہ اپنے آخری رسول پر فخر کریں کہ آپ نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ غلاموں کو آزاد کیا۔ یتیموں کے سروں پر محبت کا ہاتھ پھیرا۔ بچیوں کو زندہ دفن ہونے سے روکا۔ بُت پرستی سے روکا۔ ایک اللہ کے سامنے سر جھکانے کی کی تعلیم دی۔ غلاموں کو آقاؤں کے برابر کیا۔ ہزاروں درود اور لاکھوں سلام اس نبی برحق پر۔ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے برتر ہیں۔

صلے اللہ علیک یارسول اللہ

وسلم علیک یاحبیب اللہ

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اور کوئی وہ ہے، جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔ یعنی ایک ذات بابرکات ایسی بھی ہے جو ان تمام رسولوں سے درجوں میں بلند و بالا ہے۔ اور جسے سب رسولوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہ کس کے لیے فرمایا۔ سنیئے:۔

اِنَّہٗ اَرَادَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ لِاَنَّہٗ هُوَ الْمُفَضَّلُ عَلَیْهِمْ۔ (روح البیان) صـ۲۶۷ ج ۳۔

اس رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ سے مراد حضرت محمد رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے کہ حضور نے ہی سارے
رسولوں پر فضیلت پائی ہے۔ اس آیت کریمہ کے مطابق
ہمارے حضور ہی کی شان اس سے بھی زیادہ بلند ہے چنانچہ
آئیے آپ کو ایک حدیث سناؤں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔
ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اکٹھے بیٹھ کر
انبیاء علیہم السلام کا آپس میں ذکر کر رہے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے سُنا کہ
صحابی کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خلیل
بنایا ہے۔ دوسرے صحابی بولے۔ اور موسیٰ علیہ السلام
سے اللہ نے کلام فرمایا ہے۔ تیسرے بولے اور عیسٰے علیہ
السلام کلمۃ اللہ ہیں۔ نیز روح اللہ ہیں۔ چوتھے بولے اور
آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا۔ حضور علیہ السلام
اُن میں تشریف لائے اور فرمایا۔ میں نے تمہارا کلام سُنا
ابراہیم علیہ السلام واقعی خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام
واقعی کلیم اللہ ہیں۔ عیسٰے علیہ السلام واقعی روح اللہ ہیں
اور آدم علیہ السلام کو واقعی اللہ تبارک و تعالےٰ نے چن
لیا۔ لیکن ......

اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ - خوب یاد رکھو - میں اللہ کا حبیب ہوں ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۰۵)

دوستو! اس حدیث سے بھی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری ثابت ہو رہی ہے، اسلئے کہ حبیب اللہ کا درجہ کلیم اللہ اور خلیل اللہ سب سے بلند و بالا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے ماتحت لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :۔

ھُوَ جَامِعٌ لِلْخُلَّۃِ وَالتَّکْلِیْمِ وَالْاِصْطِفَاءِ وَالْمُنَاجَاۃِ مَعَ شَیْءٍ زَائِدٍ لَمْ یَثْبُتْ لِاَحَدٍ وَھُوَ کَوْنُہٗ مَحْبُوْبٌ اللّٰہِ بِالْمَحَبَّۃِ الْخَاصَّۃِ الَّتِیْ مِنْ خَوَاصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ یعنی لفظ "حبیب خلت" "تکلم" اصطفاء اور مناجات، سب کا جامع ہے۔ مع ایک ایسی زائد چیز کے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور وہ ہے اللہ کا محبوب ہونا۔ ایک ایسی محبت سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی پیغمبر خلیل ہے، کوئی کلیم اور کوئی نجی مگر سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ہیں۔ اور حبیب وہ ہیں جو خلیل بھی

ہو۔ کلیم بھی ہو، نبی بھی ہو اور مصطفےٰ بھی گویا جو جامع الصفات ہو۔ آورانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کا جو مصداق ہو، وہ حبیب ہے۔ کلیم اور حبیب میں فرق۔ علامہ صفوری علیہ الرحمتہ نے نزہتہ المجالس میں بیاں کیا ہے:۔

قَالَ النَّسَفِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَارَبِّ اَنَا کَلِیْمُکَ وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبُکَ فَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ الْکَلِیْمِ وَالْحَبِیْبِ فَالْکَلِیْمُ یَعْمَلُ بِرِضَاءِ مَوْلَاہُ وَالْحَبِیْبُ یَعْمَلُ بِرِضَائِہٖ الْکَلِیْمُ یُحِبُّ اللّٰہَ وَالْحَبِیْبُ الْکَلِیْمُ الْحَبِیْبُ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَالْکَلِیْمُ یَاتِیْ اِلٰی طُوْرِ سِیْنَا۔ ثُمَّ یُنَاجِیْ وَالْحَبِیْبُ یَنَامُ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَیَاتِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ فِیْ طَرْفَۃِ عَیْنٍ اِلٰی مَکَانٍ لَمْ یَبْلُغْہُ اَحَدٌ مِّنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ۔ (نزہتہ المجالس ص۱۲۰ ج۲)

ترجمہ:۔ نسفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ مولا میں تیرا کلیم ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے حبیب ہیں۔ یہ تو فرما۔ کلیم اور حبیب میں فرق کیا ہے؟ خدا تعالےٰ نے جواب دیا کہ کلیم وہ ہے، جو اپنے مولا کی رضا سے کام کرے۔ اور حبیب وہ ہے جس کی رضا سے مولا کام کرے۔ اور کلیم وہ ہے، جو اللہ کو چاہے۔ اور حبیب وہ ہے جسے اللہ

اللہ جاتا ہے۔ کلیم وہ ہے۔ جو خود طور سینا پر آکر التجاء کرے۔ اور حبیب وہ ہے، جو اپنے لبستر ناز پر آرام فرما ہو۔ اور بحکم خدا جبرئیل خود حاضر ہو کر اسے ایک پل میں وہاں لے آئے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو۔ کیا کسی نے خوب فرمایا ہے۔

گئے حضرت عیسٰے چوتھے فلک
گئے حضرت موسٰے طور تک
میں تو سوہنیا اوتھے جا پہنچوں
جتھے نوریاں دے ٹٹ مان گئے

دیکھا مسلمانو آپ نے! ہمارے آقا کی کیا شان ہے، اس لیے حضور نے فرمایا۔ کہ اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللہِ۔ کہ خوب جان لو۔ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ گویا میں وہ ہوں، جس سے خود خدا محبت فرماتا ہے۔ مرتبہ اور درجہ بھی بلند، محبت ہی کا تقاضا ہے۔ اور جس کی مرضی کو وہ پورا فرما دیتا ہے جب حضور کی مرضی یہ ہو گئی کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو جائے تو اللہ تعالٰے نے بھی فرما دیا کہ پیارے جو تمھاری مرضی ہماری مرضی بھی وہی ہے۔ کیا خوب فرمایا۔ اعلحضرت نے

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

میرے بزرگو! یہ حقیقت ہے، کہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان حق ترجمان سے جو بات نکل جائے اللہ تعالےٰ اُسے پورا فرما دیتا ہے۔ اور حضور کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ جو آپ کے منہ مبارک سے بات نکل جائے وہ ہو کر رہتی ہے۔

شعر:-
فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی
جو تمہارے منہ سے بات نکلی وہ ہو کے رہی

میرے بزرگو! اس زبانِ پاک سے جو ارشاد بھی نکلے امت کے لیے شریعت ہے۔ یہ زبانِ حق ترجمان ہے۔ اور اس زبان حق سے ارشاد صادر ہوتا ہے۔ وہی مرضیٔ حق ہوتی ہے۔ اور جو مرضی حق ہو، وہی اُس زبان سے ارشاد ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰى. پ۲۷ ع ۵)

ترجمہ:- اور وہ کوئی بات ہی خواہش سے نہیں کرتے

سو تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زبان حق ترجمان سے وہی کچھ ارشاد ہوتا ہے۔ جو مرضی حق ہو۔ گویا جو کچھ حضور ارشاد فرمادیں وہی مرضی حق ہیں ہے۔ جس کی رضا خدا بھی چاہے فرمایئے۔ اس سے بڑا مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ مرتبہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے! اس مرتبہ کا نہ کوئی ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ کیا کسی نے نے خوب فرمایا ؎

بھی بولے سدرہ والے
چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے
ترے پایا کا نہ پایا
تجھے اک نے اک بنایا

یہ حدیث طبرانی کا ترجمہ ہے۔

فرق کی مزید تشریح:۔ دیکھئے حضرت خلیل علیہ السلام کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا خدا نے ابراہیم

کو خلیل بنایا - اور ادھر اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم
کے غلاموں کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ جو حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوگا یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، اللہ
اس سے محبت کرے گا - تو معلوم ہوا کہ وہاں تو
صرف ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا تھا - اور یہاں
غلامانِ مصطفےٰ سے بھی محبت کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے
کیا کسی نے خوب فرمایا ہے۔

اللہ کا محبوب بنے جو تمھیں چاہے
اس کا تو بیان ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

خلیل کے لیے ارشاد ہے ۔ نُرِیْ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور
زمینوں کی نشانیاں اور عجائب دکھائے، اور حبیب
کے لیے ارشاد ہے - لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا - ہم -
اپنے بندے کو معراج کی شب لے گئے - تاکہ اسکا
نشانیاں دکھائیں - وہاں زمین و آسمان کی نشانیوں
دکھانا تھا - اور یہاں نشانیوں کو اپنی طرف مضاف
فرماکر فرمایا - کہ اپنی نشانیاں دکھانے کو لے گئے -

خلیل نے جب مظالم نمرود دیکھے تو کہا۔ اِنِّي ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّي سَيَهْدِيْن۔ میں اپنے رب کی طرف ہوں۔ عنقریب وہ مجھے راہِ راست پر پہنچائے گا۔ اور اپنے حبیب کے لیے ارشاد ہوتا ہے:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ پاک وہ ہے۔ وہ جو اپنے بندے کو لے گیا۔ غور فرمایئے۔ وہاں خود جانا ہے اور یہاں لے جانا۔ شعر

اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

نمرود کے آتشکدہ میں پہنچ کر خلیلؑ نے جبریلؑ سے یوں فرمایا تھا۔ حَسْبِیَ اللّٰہ۔ میرا اللہ مجھے کافی ہے۔ اور حبیب کے لیے ارشاد ہوتا ہے۔ یَااَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہ۔ اے نبی اللہ تمہیں کافی ہے۔

خلیل علیہ السلام خدا سے تمنا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:۔ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔ مجھے قیامت میں رسوا نہ کرنا۔ اور حبیب علیہ السلام سے خود فرمایا جاتا ہے۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ۔ قیامت کے دن اللہ اپنے نبی اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرے

گا۔ خلیل پر آگ ٹھنڈی ہوئی اور صرف ذات خلیل پہ اور حبیبؐ نے حضرت انسؓ کے گھر جا کر جس دسترخوان سے ہاتھ صاف فرمائے، اس دسترخوان پہ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ سچ تو ہے۔ شعر

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا
تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

ہمارے نبی پاک جیسا نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا، نہ ہو سکتا ہے۔ اور بالکل سچ فرمایا اعلیٰحضرت نے :۔

سب سے اعلےٰ و اولےٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و الا ہمارا نبی — صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

افضل الانبیاء ہونے کے دلائل؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ہیں بلکہ بعد خدا آپ ہی کا درجہ ہے۔ اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اور اس پر بے شمار دلائل عقلیہ و نقلیہ قائم ہیں۔ ہم کچھ دلائل تفسیر کبیرہ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) رب نے اپنے لیے فرمایا۔ رب العالمین۔ اور حضور کے لیے فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی جس کا خدا رب ہے، اس کے لیے حضور رحمت ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عالمین میں انبیاء بھی داخل ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے لیے بھی رحمت ہوئے۔ اور یقیناً رحمت مرحوم سے افضل ہے۔

(۲) رب تعالےٰ نے فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اے محبوب ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔ کلمہ۔ اذان۔ التحیات، تقریباً ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام رکھا۔ یہ درجہ کسی پیغمبر

کو نہ ملا۔

رسی رب نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت حضور کی بیعت کو اپنی بیعت۔ حضور کی عزت کو اپنی عزت۔ حضور کی رضا کو اپنی رضا۔ کہ

رضائے رب رضائے مصطفےٰ ہے
ہے رضائے مصطفےٰ میں رب کعبہ کی رضا
جو یہ چاہے وہ بے شک بارضا ہے
رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفےٰ

حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اکہ فرمایا۔
مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ وہ شخص جس نے اطاعت کی رسول اللہ کی۔ پس تحقیق اطاعت کی اس نے اللہ تعالےٰ۔ اور فرمایا:۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰہَ يَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔
ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ بے شک وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اور فرمایا :- وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ ۔

ترجمہ :- عزت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے ۔

اور فرمایا :- وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ ۔

ترجمہ :- اور اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں یہ کہ راضی ہوں اس سے

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اجابت کو اپنی اجابت فرمایا ۔ ارشاد فرمایا ۔ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ ۔

ترجمہ :- قبول کرو اللہ اور رسول کو ۔

(۴) سارا عالم رب کی رضا چاہتا ہے ۔ مگر رب تعالےٰ حضور کی رضا ۔ آپ ہی کی خوشی کے لیے کعبہ کو قبلہ بنایا ۔ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰہَا ، اور فرمایا ۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور البتہ عنقریب دے گا تجھے تیرا رب ۔ کہ راضی ہو جاؤ گے آپ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی پیغمبر کو یہ شرف نہیں ملا ۔

(۵) قرآن کریم میں سارے پیغمبروں کو نام لے کر پکارا گیا ۔ مگر حضور علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ ۔ یٰۤاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یٰۤاَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہم سے پکارا گیا ۔ شعر :-

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ کے ہاتھوں والے

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کی شان والے

یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کے کمبلی والے

یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کی چادر والے

یا نبی سلام علیک یا رسول . . .

(۶) حضور کو سب سے زیادہ معجزے ملے۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیتیں چھ ہزار ہیں۔ اور ہر آیت معجزہ تو چھ ہزار معجزے تو یہ ہی ہو گئے۔ اس کے علاوہ آپ خود سرتا پا معجزہ ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار معجزے آپ سے ظاہر ہوئے۔ دیگر انبیاء کرام کو صرف گنتی کے معجزات ملے۔ ان سب میں زیادہ حضرت موسٰے علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

(۷) حضور علیہ السلام کے معجزات، تمام پیغمبروں سے افضل اور اعلے ہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ ان معجزات کے قصے ہی رہ گئے۔ نہ عصاء موسیٰ رہا، نہ ید بیضا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ یعنی قرآن کریم قیامت تک باقی

ہے۔ کہ دنیا آج تک اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔
دوم اس لیے کہ حضور کے معجزات سب پر فوقیت رکھتے
ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر حجاب میں رب سے کلام
کیا۔ مگر حضور نے معراج میں عرش پر بلا حجاب کلام فرمایا۔
عیسیٰ علیہ السلام چہارم آسمان پر بلائے گئے۔ مگر میرے آقا
علیہ السلام وہاں پہنچے۔ جہاں نہ کہاں تھا نہ وہاں تھا۔ عیسیٰ
علیہ السلام نے مردے زندہ کئے۔ مگر میرے آقا علیہ السلام
نے خشک لکڑیوں اور بے جان کنکروں کو زندگی بخش
کر اپنا کلمہ پڑھوالیا۔ اور آپ کو شجر و حجر نے سلام کیا۔
جانوروں نے سجدے کیے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر
سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے، حضور علیہ السلام
نے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ موسیٰ
علیہ السلام نے عصا سے دریا نیل کو پھاڑا۔ میرے شہنشاہ
نے کبھی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چاند
کو توڑا، اور کبھی ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑا۔
کیا کسی نے خوب فرمایا۔

شعر:-

خدا نے دیئے معجزے ہر نبی کو، ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا
ہزاروں گل کھلے تھے اس چمن میں بہار آئی جب مصطفٰے بن کے آیا

(۸) حضور علیہ السلام صفاتِ انبیاء کے جامع ہیں کہ ہر نبی کے کمالات آپ میں موجود ہیں۔ رب تعالٰے نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ نہ تو اس آیت کا یہ مطلب ہے، کہ اے محبوب آپ اصول دین میں سارے پیغمبروں کی پیروی کیجئے۔ کہ اصولِ دین میں تقلید ناجائز ہے۔ اور نہ یہ مراد ہے، کہ آپ فروعِ دین میں ان کی اطاعت کریں۔ کیوں کہ آپ کا دین ناسخ ہے۔ یہ ہی مطلب ہے، کہ آپ ان سب کے اخلاق سے متصف ہو جائیے۔

(۹) سارے پیغمبر خاص خاص جماعتوں کی طرف آئے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق کے لیے نبی ہوئے۔ کہ فرمایا گیا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور فرمایا گیا۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ اور جس کا رقبۂ سلطنت بڑا وہ سلطان بھی عظیم الشان۔

بہر حال آپ کو وہ علوم دیئے گئے ہیں۔ جو کسی کو نہ

نہ ملے۔ اسی لیے رب تعالےٰ نے فرمایا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ اور ظاہر ہے کہ جس کا علم زیادہ اس کا درجہ بھی زیادہ ہے (تفسیر کبیر)

(۱۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصرِ نبوت کی آخری اینٹ اور چمن کی آخری بہار اور گلشنِ رسالت کا آخری اور بہترین پھول ہیں۔ یہ خوبیاں کسی پیغمبر کو نہ ملیں۔ ؎

آگیا جس کا نہیں کوئی ثانی وہ رسولؐ
اَوجِ فطرت پر جس کی حکمرانی وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسولؐ
جس کا ہر ایک سانس قانونِ الٰہی وہ رسولؐ

غرضیکہ آپ بے مثل خدا کے بے مثل بندے ہیں۔

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

نور کے بیان میں

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا نُوْرَ قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ وَنُوْرَ بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ یَا مَنْ لَہُ النُّوْرُ وَبِہِ النُّوْرُ وَمِنْہُ النُّوْرُ وَاِلَیْہِ النُّوْرُ وَھُوَ النُّوْرُ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی نُوْرِکَ الْمُنِیْرِ الَّذِیْ خَلَقْتَہُ مِنْ نُوْرِکَ وَخَلَقْتَ مِنْ نُوْرِہِ الْخَلْقَ جَمِیْعًا وَعَلٰی اَشِعَّۃِ اَنْوَارِہِ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَقْمَارِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

ترجمہ:۔ بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے۔ اسے جو اللہ کی مرضی پر چلے سلامتی کے راستے کی اور انھیں اندھیروں

سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اپنے حکم سے انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

(۵) اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی کتب کے احکام سے واقف تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ کون سے احکام اصل ہیں اور کون سے جعلی۔ کسی کے چھپے بھید وہی ظاہر کر سکتا ہے۔ جو بھید سے واقف ہو۔ لیکن حضور کو ان کتابوں کو درست کرنے کا حکم نہ تھا، کیونکہ وہ منسوخ ہو چکی تھیں۔ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت رجم وغیرہ کو درست فرما بھی دیا۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں فرمایا کہ نور اور کتاب مبین حضور ہی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ صفات مظہرِ ذات۔ مظہر احکام و اخبار ہیں۔ لہذا یہ عطف تفسیری بھی ہو سکتا ہے۔ حضور اللہ کا نور اس طرح ہیں کہ آپ ذاتِ باری سے فیض لینے والے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کوئی نور محمدی کو بجھا نہیں سکتا۔ جیسے چاند سورج نیز اس کی کوئی پیمائش نہیں کر سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی اور ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے بغیر قرآن کی سمجھ ناممکن

ہے۔ کیونکہ بغیر نور کتاب نہیں پڑھی جا سکتی۔ قرآن کے نقوش
چھونے کے لیے ضروری ہے کہ پانی سے جسم کا غسل کیا جائے
اور قرآن کے اسرار چھونے کے لیے ضروری ہے کہ مدینہ
طیبہ کے پانی سے دل کی طہارت کی جائے۔ معلوم ہوا
کہ اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے، یا دے گا، وہ حضور ہی
کے ذریعے سے ہے۔ کوئی شخص حضور سے مستغنی نہیں
ہو سکتا۔ اسی لیے فرمایا یَھْدِیْ بِہٖ۔ اس سے چند
مسائل معلوم ہوئے۔ یہ کہ کفر کی صورتیں بہت سی ہیں۔ ایمان
صرف ایک۔ اس لیے ظلمت کو جمع اور نور یعنی ایمان
کو واحد فرمایا گیا۔ دوسرے یہ کہ ایمان کے لیے ضروری
ہے کہ ہر کفر سے بچا جائے۔ تیسرے یہ کہ ایمان وکفر
ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ رب نے ایمان کو
روشنی اور کفر کو تاریکی فرمایا ہے۔ جیسے یہ دونوں ضدین
ہیں ایسے ہی ایمان وکفر۔ لہٰذا کافر مومن میں اتحاد و
اتفاق ناممکن ہے۔

حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْکَشَفَہٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ
مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

اعمال لکھنے والے فرشتے دنیا بھر کے اعمال دو وقت پیش کرتے رہتے ہیں۔ یہ پیشی رب تعالےٰ کی بے علمی کی وجہ سے نہیں۔ جیسے حضور پہ اُمت کے درود فرشتے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ حضور بے خبر ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ نور ہے اور مخلوق کثیف ہے اس لیے مخلوق اسے نہیں دیکھ سکتی۔ مرقاۃ میں ہے کہ ہمارے حضورؐ نے اپنے رب کو دنیا میں اس لیے دیکھ لیا کہ حضور خود نور ہو گئے تھے۔ نیز حضورؐ پُرنور نے دعا مانگی تھی۔ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا خدایا مجھے نور بنا دے۔ حضور کی دعا قبول ہوئی۔ اور آپ نور ہو گئے۔ فرشتوں کو بھی اور دیگر مخلوقات کو بھی یہ طاقت تو ہمارے حضور کی تھی کہ معراج میں عین ذات کو بے حجاب دیکھا اور ایک پلک بھی نہ جھپکایا۔ رب تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔

(نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ) یعنی نور سے مراد۔ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور کتابِ مُبین سے مراد قرآن مجید ہے وہ اللہ جو خود نور اس نے اس ظلمت کدۂ عالم میں اپنے محبوب کو بھی نور ہی بنا کر بھیجا۔ چنانچہ جو آیت آپ کے

کے سامنے تلاوت کی گئی۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو نور فرمایا ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے اکہ نور اور کتاب دونوں سے قرآن مراد لینا ضعیف ہے۔ کیونکہ عطف سے معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت کا ہونا ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا ہے۔ اور جملہ مفسرین کرام رضی یہاں نور سے مراد حضور ہی کی ذات لکھی ہے۔ چنانچہ علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ روح البیان میں لکھتے ہیں :-

سَمَّى الرَّسُوْلَ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ یعنی اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا۔ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نورِ قدرت سے جو چیز سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ حضور ہی کا نور ہے۔ جیسے کہ حضور نے خود فرمایا۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (روح البیان ص ۵۴۸ ج ۱)

معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے نور بنایا ہے۔ اور نور فرمایا ہے۔ اور ہمارے پاس جو نور آیا ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

وقال ابو ھریرۃ واذا ضحک صلی اللہ علیہ وسلم یتلألؤ فی الجدر رواہ البزار والبیہقی ای یضیئ فی الجُدُرِ بضم الجیم والدال جمع جدارٍ وھو الحائط ای یشرق نورہٗ علیہا اشراقا کاشراق الشمس علیہا ۔ انتہی (مواہب اللدنیہ جلد اول ص۲۷۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہنستے تھے تو حضور کا نور دیواروں پر چمکتا تھا۔ اس حدیث کو امام بزار بیہقی نے روایت کیا۔ امام قسطلانی حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا جیسے کہ سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ انتہی)

خصائص کبریٰ۔ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ میں کپڑا سی رہی تھی۔ ہاتھ سے سوئی گر پڑی چراغ گل ہونے کی وجہ سے اندھیرا تھا۔ تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے۔ حضور کے چہرۂ انور سے ایسا نور نکلا کہ سوئی ظاہر ہو گئی۔

مطالع المسرات میں علامہ ابن سبع سے منقول ہے۔
کان النبیؐ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یضیٔ البیت المظلم من نورہٖ۔

ترجمہ: تاریک گھر حضورؐ کے نور سے روشن ہو جاتا تھا۔

یہ حدیثیں کتب احادیث وسیر میں اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا احصاء ممکن نہیں۔ ان کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضور کو نور حقیقی نہیں مانتا تو سمجھ لیجیے کہ وہ نور ایمان سے بالکل خالی ہے۔

بعض حضرات مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ نور اور منیر سے صرف نورِ ہدایت مراد ہے۔ حسی اور جسمانی نور ہرگز مراد نہیں۔ انشاء اللہ العزیز ہم اس موضوع پر کسی وقت مستقلاً سیر حاصل بحث

کریں گے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے لیے جسمانی اور حسی نورانیت بھی احادیث کی روشنی میں ثابت ہے تو پھر آپ کو کیا حق ہے کہ اس کا انکار کریں اور دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں کی خدمت میں مزید گزارش ہے۔ کہ ہماری پیش کردہ اس دلیل کو آپ اس لیے نہیں مانتے کہ یہ ہمارے قلم سے صادر ہوئی ہے۔ چلئے اگر ہم سے آپ ناراض ہیں۔ تو آپ کی مرضی۔ مگر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے تو کوئی ناراضگی نہیں۔ لیجیے۔ ان ہی کے منوانے سے مان لیجیے۔ ہمیں آپ کو منوانا ہی مقصود ہے۔ خواہ کس طرح آپ مانیں۔ دیکھئے آپ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ارقام فرماتے ہیں۔

وازیں جا است کہ حق تعالےٰ درشان حبیب خود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالےٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم است نیز او تعالےٰ فرمود کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترا شاہد

مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم
و منیر روشن کنندہ نور دہندہ را گویند۔ پس اگر کسے
را روشن کردن از انسانان محال بودے۔ آں حضرت
ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم را ہم ایں امر میسر
نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم
از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ذاتِ خود را چناں مطہر فرمود کہ نور
خالص گشتند و حق تعالےٰ آں جناب سلامہ علیہ
را نور فرمودہ متواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم عالی سایہ نداشتند و ظاہر است
کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند" (انتہیٰ)
(امداد السلوک مطبوعہ بلالی دخانی پریس ساڈھورہ ص ۸۶، ۸۵
مصنفہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی)
ترجمہ:- اور اسی جگہ سے یہ بات ہے کہ حق تعالےٰ
نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
فرمایا کہ تمھارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے
نور آیا اور کتاب مبین آئی۔ اور نور سے مراد حبیب

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ نیز
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہم نے آپ کو شاہد و مبشر اور نذیر اور داعی الی
اللہ تعالےٰ اور منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور منیر روشن
کرنے والا اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پس
اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک
سے بھی یہ امر میسر نہ ہوتا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ذات پاک بھی جملہ اولادِ آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ پاک کو ایسا
مطہر فرمالیا کہ نور خالص ہو گئے۔ اور حق تعالےٰ
نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور فرمایا۔
اور تواتر سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے
کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔
اعلحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

اور ان کے ساتھ عقیدت رکھنے والے احناف اہل سنت ان آیتوں سے اپنے مسلک پر استدلال کرنے سے اگر معاذاللہ گمراہ اور بے دین ہیں تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس گمراہی اور بے دینی سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔

منکرین پر سخت حیرت ہے کہ جس مسلک کو وہ کفر و ضلالت قرار دیتے ہیں اور اس کے قائلین کو جہنم تک پہنچائے بغیر دم نہیں لیتے۔ اگر وہی مسلک ان کے اکابر پیش کر دیں۔ تو وہ اُن سے تعرض نہیں کرتے محض اس لیے کہ وہ ان کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ میں نہایت خلوص کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر ذرا سوچیئے کہ آپ کا یہ طرز عمل اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ کی عملی تفسیر نہیں، تو اور کیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد معلوم ہوا کہ نور سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

میرے برادرانِ اسلام! تاریکی اور ظلمت

تاریکی و ظلمت :- ایک ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جس سے

انسان طبعاً خائف رہتا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے قبل نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرمایا۔ اور اس تاریکی و ظلمت کے ازالہ کے لیے ذات بابرکات سید الاولین والآخرین امام المرسلین شفیع المذنبین رحمت للعالمین سید الانبیاءؑ جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ حضور کی تشریف آوری سے اس جہاں تیرہ و تاریک میں چاروں طرف نور ہی نور پھیل گیا۔ یعنی اندھیرا ہی اندھیرا کی بجائے نور ہی نور پھیل گیا۔ اور دنیا نے تاریک و ظلمت سے نجات حاصل کر لی ہے

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

تو بھائیو! اب تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ جو لوگ حضورؐ کو نور تسلیم کرنے سے قاصر ہیں اور نہیں مانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ ظلمت پسند اور یارانِ ظلمت میں سے ہیں۔ اور ان کی خواہش ہی یہ ہے کہ شمع

گل بجھے اور ہمارا کام چلے۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرما دیا۔

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (پ۲۸-ع۹)

ترجمہ:- اور چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے۔ اگرچہ کافر برا منائیں۔

تو بھائیو! جس نور کا روشن کرنے والا اور اس کا حافظ خود خدا ہو اسے کون بجھا سکتا ہے۔ شعر

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ایک پنجابی شاعر لکھتا ہے ؎

پھوکاں مار بجھایا لوڑن نور محمدؐ والا
نور محمدؐ گھٹے نہ بجھسی وعدہ حق تعالےٰ

ہر شئے سے پہلے نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھا مسلمانو! اس آیت کریمہ میں خدا نے جس نور کا ذکر کیا ہے یہ وہ نور پاک ہے جسے اللہ تعالےٰ نے ہر شئے سے پہلے

پیدا فرمایا ہے۔ (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:۔

لوح پہلے کہ قلم پہلے۔ جنت پہلے کہ دوزخ پہلے۔ آسمان پہلے کہ زمین پہلے، سورج پہلے کہ چاند پہلے۔ جن پہلے کہ انسان پہلے۔ ارشاد فرمایا حدیث پاک:۔

يَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ كُلِّ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ - وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنٌّ وَلَا اِنْسٌ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۸)

ترجمہ:۔ اے جابر تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ آسمان، نہ کوئی فرشتہ نہ زمین۔ نہ سورج نہ چاند تھا اور نہ کوئی جن تھا نہ انسان۔

نیز اس حدیث پاک کو نشر الطیب والے نے

بھی صلے میں لکھا ہے ۔ یعنی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ اور ان کے ساتھ عقیدت رکھنے والے احناف اہل سنت والجماعت اس حدیث سے اپنے مسلک پہ استدلال کرنے سے اگر معاذ اللہ گمراہ اور بے دین ہیں تو نشر الطیب تصنیف کرنے والے اس گمراہی اور بے دینی سے کیسے بچ سکتے ہیں ۔

میرے بزرگو! صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی حسن وجمال کا کس انداز میں ذکر فرماتے ہیں ۔ حضرت ابو ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں :-

یَتَلَألَؤُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا (شمائل ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ فرماتے ہیں ۔ میں نے ایک روشن رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ۔ حضور ایک سرخ رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھے

میں ایک نظر آسمان پر چودھویں کے چاند کی طرف کرتا
اور ایک حضور کے چہرہ انور کی طرف۔
فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ تو حضور کا چہرہ
انور مجھے چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین وجمیل نظر
آتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۸)
دیکھا آپ نے حسن و جمالِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کہ
چاند بھی ماند ہے۔ ؎

چاند سے تشبیہ دینا یہ کیا انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے
ہے ادھر بھی آدمی اور ادھر بھی آدمی
اس کے جوتے پر چمک اور اس کے چہرے پر نہیں

تو وہ خدا جو ہماری ماؤں کی مثل برداشت نہیں کر سکتا
وہ اپنے یار کی مثل کیسے برداشت کر سکتا ہے جس نے
اپنی بیوی کو ماں کی مثل کہہ دیا۔ اس پر بیوی حرام اور
جس نے کملی والے کو اپنی مثل کہہ دیا۔ اس پر جنت کی
خوشبو تک حرام۔ وہاں کفارہ ادا کرنے سے حلال اور
یہاں بدعقیدہ سے توبہ کرنے سے حلال۔

؎ گر بصورت آدمی انسان بدے
احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بدے

اگر ظاہری شکل و صورت اور حرکات و سکنات کی بنا پر ہی انسانیت کا دار و مدار ہوتا تو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل بھی برابر ہوتے۔ حالانکہ ابوجہل سراپا کفر اور کملی والا مجسمہ ایمان۔ وہ سراپا لعنت اور حضور علیہ السلام پیکر رحمت۔ اس حسن و جمال نور کی تنویر نے عالم کا ذرہ ذرہ چمکا دیا۔ کیا کسی خوب کہا ۔؎

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے
بلکہ یوں کہئے۔ کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

پہلے ہم ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حسی عینی اور جسمانی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی علیہ الرحمۃ مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں بھیجا گیا اور فرمایا کہ اے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا سر اٹھاؤ۔ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَرَاٰی نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

فِي سُرَادِقِ الْعَرْشِ فَقَالَ يَارَبِّ مَا هٰذَا النُّورُ قَالَ هٰذَا نُورُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ إِسْمُهٗ فِي السَّمَآءِ أَحْمَدُ وَفِي الْأَرْضِ مُحَمَّدٌ. لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا أَرْضًا (مواہب اللدنیہ ص۹ ج۱)

ترجمہ:۔ آدم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا۔ تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کی اے رب یہ نور کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ نور ایک نبی کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام آسمان میں احمدؐ ہے اور زمین میں محمد۔ اگر وہ نہ ہوتا تو نہیں تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو۔

(۲) عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما قال سألت خالی ھند ابن ابی ھالۃ (ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) وکان وصافا عن حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی منھا شیئًا اتعلق بہٖ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فخماً مفخماً یتلالؤ وجھہٗ تلالؤ القمر لیلۃ البدر

ترجمہ:۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین وصاف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حلیہ مقدسہ سے کچھ بیان کریں۔ اور میں اس سے پوری طرح متعارف ہو جاؤں۔ تو انھوں نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عظیم و معظم تھے۔ آپ کا چہرہ انور ایسا چمکتا اور روشنی دیتا تھا۔ جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔ اس حدیث میں آگے چل کر فرماتے ہیں " لہٗ نورٌ یعلوہٗ " آپ کی ذات مقدسہ کا نور ذات پاک پر غالب رہتا۔ (شمائل ترمذی صـ۲)

اس حدیث کی شرح میں علامہ شیخ ابراہیم بیجوری فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ یتلالؤ کے معنی روشن ہونے اور چمکنے کے ہیں۔ جیسے موتی چمکتا ہے۔ اور تلالؤ القمر لیلۃ البدر کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا چہرہ انور اس طرح چمکتا تھا، جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔ (شرح شمائل مطبوعہ مصر ص۲۳)

آیت کریمہ - لیس کمثلہ شیء ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے نور ہیں۔ یا یہ کہو۔ کہ اللہ کا جمال نور ہے اور حضور اس کی چمنی۔ اگر لیمپ پر سبز چمنی ہو، تو گھر کے ہر گوشے میں جہاں لیمپ کا نور پہنچے گا وہاں چمنی کا رنگ بھی پہنچے گا۔ اس طرح تمام جہان میں اللہ کا نور ہے۔ اور رنگ رسول اللہ کا۔ معلوم ہوا کہ جہاں اللہ کا نور ہے، وہاں مصطفےٰ کا نور ہے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں کراہت ہے وہ کافر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کا دین، حضور کا نور چمکتا رہے گا۔ دشمن کتنی ہی عداوت کریں۔ اللہ تعالےٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے
حاضر وناظر ہونے کے بیان میں

○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔

ترجمہ :- اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ، بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا ۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب ۔

جمہور اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ اور ایمان ہے

کو سیدالکونین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمان و مکان اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہیں۔ اگر کسی وقت بھی رسول پاک علیہ السلام سے تعلق اس کائناتِ ارضی و سماوی کا منقطع ہو جائے تو دنیائے موجودات کا نظام بگڑ جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب آقا کملی والے نہیں تھے تو کچھ بھی نہ تھا۔ کیونکہ رسولِ خدا نے خود ہی ارشاد فرمایا۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ یعنی میرا نور اللہ کے نور سے ہے۔ کُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ۔ تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔ ان حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ آپ کے آنے ہی سے نمودِ دو جہان ہے۔ اس لیے آپ اصل کائنات ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

معلوم ہوا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اصل کائنات ہیں۔ مثلاً ایک درخت کی شاخیں اس لیے سرسبز اور اس کے پتے اس لیے تر و تازہ اور اس کا سایہ اس لیے

ٹھنڈا اور اس کا پھل اس لیے لذیذ ہوتا ہے، کہ اس کی جڑیں زندہ ہیں۔ ان جڑوں کا تعلق ان تمام چیزوں سے ہے۔ اگر کسی وقت بھی وہ جڑیں سوکھ جائیں اور ان کا تعلق اس درخت سے کٹ جائے۔ تو پھر نہ اس درخت کی شاخوں میں تازگی اور نہ پتوں میں خوشنمائی اور اس کے سایہ میں پہلی سی مستی اور نہ ہی اس کے پھل میں لذت رہے گی۔ اس لیے کہ اب وہ درخت سوکھ چکا ہے۔ کیوں کہ اس کی جڑیں بھی سوکھ چکیں ہیں۔ اور ان کا تعلق اب اس درخت سے کٹ گیا ہے۔ بلاتشبیہ و مثال۔ آفتاب کی یہ سنہری کرنیں، چاند کی دلربا چاندنی، ستاروں کی چمک موتی کی دمک، پھول کی مہک، بلبل کی چہک دریاؤں کی روانگی پہاڑوں کی بلندی، آسمان کا نیلا چھت زمین کا خوشنما فرش۔ جن و انسان، حور و غلماں، جنت و رضواں اور دونوں جہاں اس لیے قائم و دائم کہ کائنات کے ذرے ذرے میں کملی والے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور موجود ہے۔ اور اس تاجدار کون و مکاں

کا تعلق اور رشتہ عالم موجودات کے ساتھ ہر وقت
اور ہر گھڑی ہر ساعت اور ہر آن وابستہ دملا ہوا ہے)
ہے۔ اور حب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تعلق
اور رشتہ اس کائنات کا کٹ گیا۔ اسی کا نام
قیامت ہے۔ خدا تعالےٰ جل مجدہٗ نے اس حقیقت
کو کئی بار بے نقاب کیا ہے اگر مثلاً خدا تعالےٰ نے
اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی نبوت کے مقامات
کی صفات کو یوں بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ جو کہ
آیت کریمہ مذکور ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ شاہد کا معنے گواہ بھی ہو
سکتے ہیں۔ اور حاضر و ناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لیے
کہا جاتا ہے کہ وہ موقع پر حاضر ہوتا ہے۔ حضور
علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لیے اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر گواہی دے
رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے، یا اس لیے
فرمایا۔ کہ قیامت میں تمام انبیاء جتنی گواہی دیں گے
یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اس طرح

آپ کا منیر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کو سارے پیغمبروں نے یہ کام سن کر کیے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھ کر کیے۔ اس لیے سراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراجِ منیر آفتاب کو کہتے ہیں۔ وہ بھی دنیا میں ہر جگہ ہوتا ہے۔ اور گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس آیت کریمہ کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾۔ کہ قیامت کے دن میرا محبوب تم پر گواہ ہوگا۔ اور کلمہ والے کی یہ گواہی نعوذ باللہ جھوٹی ہوئی تو یہ نبوت باطل اور اگر وہ گواہی سچی اور حقیقت پر مبنی ہوگی اور یقیناً سچی ہوگی۔ پھر یہ ماننے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام اس کائنات میں ہر جگہ، ہر وقت حاضر و موجود ہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن سرور کائنات علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام پچھلی امتوں اور اپنی امت کے لیے بھی گواہ ہوں گے۔ اور کلمہ والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کو جھوٹی کہنا کفر ہے۔

اور سچا اور عینی گواہ وہی ہوتا ہے کہ جو کسی واقعہ یا حادثہ کے وقوع ہونے کے وقت وہاں حاضر و موجود ہو۔ اور اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے پوری طرح دیکھے۔ ان تصریحات کے بعد اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات و حادثات و حالات کو نبی پاک علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ہر واقعہ کے وقوع کے وقت جہاں بھی اور جب بھی ہو حاضر و موجود ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ نجدی نہیں مانتا۔ اس آیت کریمہ کے ہر کلمہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر مومن کے لیے توحید اور رسالت پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص صرف (معاذ اللہ) توحید ہی کو اپنا ایمان سمجھ لیں، تو وہ ایمان نہ ہوگا۔ اگر کوئی رسالت ہی کو اپنا ایمان سمجھے تو بھی مومن نہ ہوگا۔ غرضیکہ توحید اور رسالت پر ایمان کامل رکھنے والا ہی مرد مومن ہوتا ہے۔ اور توحید اور رسالت دونوں آپس اس طرح وابستہ ہیں کہ دونوں

میں کسی وقت بھی کبھی اگر جدا کیا جائے تو ساتھ ہی ایمان
بھی جاتا رہے گا۔ مثلاً اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان کرنا
ہوتا ہے۔ تو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کہ اسے کہا جائے
کہ "لا اِلٰہ الا اللہ" اب پڑھ لے، اور "محمد رسول اللہ"
تھوڑی دیر کے بعد پڑھ لینا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ
لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ، اکٹھا ہی پڑھ لے۔ کیوں کہ
(Because.) اگر لا الہٰ الا اللہ پڑھ لینے کے بعد اور
محمد رسول اللہ کہنے سے پہلے مر گیا وہ کافر کا کافر ہی رہے گا۔
اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان صرف توحید میں نہیں
بلکہ رسالت کے ساتھ ملنے میں ہے۔ کیوں کہ (اللہ) وہ
خدائی میں پہلے اور یہ مصطفائی میں پہلے، وہ شان میں
پہلے یہ ایمان میں پہلے۔ یہ آیت حمد خدا بھی ہے اور
نعت مصطفےٰ بھی ہے۔ یہ صفات الٰہی بھی ہے اور صفات
رسول بھی ہے۔ ؎ وہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ!

مطلب یہ ہے کہ جہاں توحید ہو گی، وہیں رسالت بھی۔
یعنی جہاں خدا ہو گا۔ وہیں مصطفٰے ہوں گے۔ اور اس
بات پر تمام متفق ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ تو پھر یہ کیوں
نہیں مانتے کہ مصطفٰے بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ کیوں کہ ہر
انسان کی تمنا ہوتی ہے کہ مجھے خدا مل جائے۔ اپنے
مذہب اور عقیدہ کے مطابق ہر انسان خدا کی تلاش کرتا
ہے۔ مگر تمنا کسی کی بھی پوری نہ ہو سکی اور نہ کسی نے اس
کو پایا۔ پھر اس نے خود ہی اعلان کیا کہ مجھے تلاش کرنے
والو میں مکان و زمان کی قید سے آزاد ہوں۔ اور اگر مجھے
ڈھونڈنا ہے تو پھر میرا پتہ یہ ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ کہ میں
تمھارے اندر ہوں۔ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ
الْوَرِیْدِ۔ کہ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
اور کہ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اور اے محبوب
اگر میرے بندے میرے متعلق میرا پتہ تجھ سے دریافت کریں
تو میں ہر وقت اور ہر جگہ ان کے قریب ہوں۔ جب اس
نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد فرمایا۔ تو اس کے
حاضر و ناظر ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تو آپ کے تشریف

لے جانے سے بھی آپ کے حاضر و ناظر ہونے میں بھی فرق لازم نہ آئے گا۔ لیکن ان تشریحات کے باوجود بھی اس کا اصل ٹھکانہ اس کے اعلان کے مطابق "فِی اَنْفُسِکُمْ" ہی ہے۔ کیا ہی عارف رومی نے خوب فرمایا۔

ع دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کہ ہزار کعبہ سے انسان کا ایک دل بہتر ہے۔ کیوں کہ کعبہ تو صرف خلیلؑ ہی نے بنایا ہے۔ اور انسان کے دل کو خدا نے اپنی تجلی کی جگہ بنایا۔ پھر بندوں نے عرض کی کہ مولائے کریم جب تیرا قانونِ ضابطہ یہی ہے کہ جہاں تو وہیں تیرا محبوب۔ اور تو جب ہمارے اندر ہے تو پھر تیرا محبوب کہاں ہے؟ تو خدا تعالےٰ نے جواب میں فرمایا۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ۝ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا بیان فرمایا۔ جو مومنین کے ساتھ ہے۔ مومنین جمع ہے مومن کی۔ اور جمع کمال

داخل فرمایا۔ تاکہ فائدہ عموم کا دے۔ جس میں تمام مومنین اول سے لے کر آخر تک ابتدا سے لے کر انتہا تک شامل ہو گئے۔ اور بیان فرمایا کہ مومنین کی جانیں اتنی قریب ان کے لیے نہیں ہیں جتنا کہ قرب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین سے ہے۔ اور اولیٰ کے معنی جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے۔ اس اولیٰ کا معنی قریب تر in the nearer ظاہر کرنے کے واسطے بَعْضُهُمْ اَوْلیٰ بِبَعْضٍ میں لفظ اولیٰ کو دوبارہ ذکر فرمایا۔ تاکہ پہلے اولیٰ کا معنی۔ کوئی کج طبع بگاڑ نہ دے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اولیٰ بمعنی اَقْرَبُ۔ دوسری جگہ بھی مراد ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مومنین سے یوں کلام فرمایا۔ کہ فرمایا اپنے متعلق میں میں تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ اور میرا محبوب تمھاری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اندازِ بیان پر غور کرو، کہ اپنے لیے فِیْ اَنْفُسِکُمْ ہے۔ وہاں فِیْ ہے۔ اور یہاں مِنْ وہاں کُمْ ہے اور یہاں ہِمْ۔ لیکن اپنے یار(محبوب)

کے لیے بالمومنین کی تخصیص کر دی ہے کہ میرا محبوب مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس لیے کہ خدا تعالےٰ تو ساری کائنات کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ اور وہ نسل انسانی کا رب ہے۔ سب اس کے بندے ہیں۔ اس لیے وہ کافر کے قریب بھی ہے۔ اور مسلمانوں کے قریب بھی۔ لیکن اس کا محبوب پاک ہے اور کافروں کے دل پلید ہیں۔ اور مومنوں کے دل پاک ہیں اس لیے خدا نے اپنے یار (محبوب) کا ٹھکانہ بھی مومنوں کی جانوں میں رکھا۔ ڈاکٹر سر علامہ اقبال نے خوب فرمایا ہے ؎

در دل مومن مقام مصطفےٰ است

آبروئے ما ز نام مصطفےٰ است

یعنی ہر مومن کے دل میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور ہماری عزت و توقیر اور عظمت و ہیبت مصطفےٰ کے نام کی برکت سے ہے۔ لیکن ان تشریحات کے بعد اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

رہ جاتا - جہاں خدا ہے وہاں ہی مصطفےٰؐ ہے۔ اس
حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کے
ہر خطے اور ہر گوشے میں مومن موجود ہیں۔ اور نبی کریم
علیہ السلام ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
ثابت ہوا کہ کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے
ہر گوشے اور ہر خطے میں ہر آن موجود و حاضر ہیں۔

دلائل حاضر و ناظر از احادیث صحیحہ

ابوداؤد :- وَاَتٰی اَبُوْبَکْرٍ بِکُلِّ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ قَالَ
اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

ترجمہ :- ابو بکر صدیقؓ اپنے گھر کا تمام مال نبی کریمؐ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا اے ابو بکرؓ صدیق تو نے اپنے اہل خانہ
کے واسطے گھر میں کیا چھوڑا۔ تو ابو بکر صدیقؓ نے عرض
کی کہ میں نے ان کے واسطے اللہ اور اس کے رسولِ

پاک کو چھوڑ آیا ہوں۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق رضؓ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ہر مقام پر سمجھتے تھے۔ ورنہ آپ یہ نہ ارشاد فرماتے کہ میں اپنے گھر اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابو بکر صدیقؓ کے اس عقیدہ کو صحیح ہونے کی بنا پر نہ روکا۔ ورنہ آپؐ فرما دیتے۔ اے ابو بکر صدیق میں تمھارے سامنے یہاں بیٹھا ہوں، اور تم کہتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا ہوں۔ تمھارا یہ عقیدہ غلط ہے۔ جب ابو بکر صدیق کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا تو حاضر و ناظر جاننے والوں کو کافر کیسے کہہ سکتے ہو۔ اور اگر کہو تو خلافِ قرآن و حدیث ہے یا نہیں۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں پر فتوے دینے والا ابو بکر صدیق رضؓ کو کیا کہے گا۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم ۔ ہر وقت، ہر گھڑی، ہر ساعت اور ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہیں ۔ اسی مضمون کے مطابق یہ بھی حدیث پاک ہے ۔ بخاری شریف جلد اول صـ ۱۸۳ ،
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے ۔ مرجانے کے بعد قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو دو فرشتے جن کا اسم گرامی منکر و نکیر ہے وہ دونوں قبر میں آتے ہیں اور میت سے سوال کرتے ہیں ۔ مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے ؟ مَا دِيْنُكَ ۔ تیرا دین کیا ہے ۔ مسلمان جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے ۔ اور پھر فرشتے میت سے میرے بارے میں سوال کرتے ہیں (یعنی میری طرف اشارہ کرتے ہیں)
مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ۔ کہ یہ نورانی صورت والا آدمی جو تیرے سامنے کھڑا ہے اس کے متعلق تو

کیا جانتا ہے۔ اور کیا اسے پہچانتا ہے۔

پس مومن جواب دے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے مقبول اور پیارے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بس پھر آسمانوں سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اور یہ امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس لیے اب جنت کا فرش بچھا دو۔ اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لیے ابھی سے جنت کا دروازہ کھول دو۔ تاکہ اب یہ قیامت تک اس کیف و مستی اور مسرت و راحت کے ساتھ یہاں رہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جائے گا، کہ اس نے مرنے کے بعد بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر پہچان لیا۔ اور یہی عقیدہ اس کے امتحان کی کامیابی کا سبب اور اس کی نجات کا ذریعہ بنے گا۔ ورنہ آگے حدیث پاک میں آتا ہے۔ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُقَالُ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ۔ کہ جب کافر مر جائے گا، حضور علیہ السلام کے متعلق سوال

ہو گا تو کافر کہے گا۔ میں نہیں جانتا۔ اسی وقت اس کے لیے جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ تاکہ قیامت تک اس دردناک عذاب میں مبتلا رہے اس ہولناک عذاب سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں حضور علیہ السلام کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کر لیا جائے۔ تاکہ یہی سبق اور یہی عقیدہ قبروں میں انسان کے کام میں آئے اللہ تبارک و تعالےٰ اس کے ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر دوسری حدیث کے الفاظ یہ بھی ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے۔ تو فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے۔ تو اسے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سورج ڈوب رہا ہے۔ تو وہ مسلمان فرشتوں سے کہتا ہے کہ ذرا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔

اب سوچنا تو یہ چاہیئے کہ قبر میں نہ تو سورج ہے اور نہ ہی مرنے والا نماز کا مکلف ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ میت کو جب دفن کیا گیا تو ادھر دو فرشتے اس کی قبر میں آئے۔ اور جونہی کملی والے کا رُخِ تاباں اس اندھیرے میں چمکا تو مرنے والے نے یہ ہی سمجھا کہ سورج موجود ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میت کو قبر میں لٹاتے وقت اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جاتا ہے۔ دُعا ہے فقیر کی۔ کہ جب سرکار میری قبر میں آئیں اس سے پہلے ہی میری قبر کو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اور اوپر نیچے سے کھلی کر دی جائے کیونکہ ے

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
اور فرشتے گر اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ پائے ناز سے اب اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

اور پھر غور کرو۔ کہ زمین پر بسنے والے انسان ہر وقت

مرتے ہیں۔ اور ہر ملک اور ہر شہر میں مرتے ہیں۔ ہر وقت ہر گھڑی مرتے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ کوئی دن کو مرتا ہے، تو کوئی رات کو۔ کوئی صبح کو مرتا ہے اور کوئی شام کو۔ غرضیکہ اس زمین کے فرش پر کوئی وقت کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں مردہ دفن نہ ہوتا ہو۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں۔ تو پھر حضور علیہ السلام کا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔

اشعۃ اللمعات، جلد اول ص۱۲۳ حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے ہر ایک قبر میں تشریف لاتے ہیں تاکہ بمشاہدۂ جمال جاں افزائے او عقدۂ اشکال کہ در کار افتاد کشادہ شود و ظلمت فراق بنور لقائے دلکشائے او روشن گردد۔

کہ مسلمان جو اس اندھیرے میں مشکل میں پڑا ہوا ہے

وہ کملی والے کے حسن لازوال جو باعث تسکین دل و جاں ہے سے وہ مشکل آسان ہو جائے اور ہجر و فراق کا اندھیرا حضور علیہ السلام کے وصل و ملاقات کے چراغ سے دور ہو جائے۔

ان قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے کہ تو شمس الضحیٰ بدر الدجےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تیرے سامنے ہیں کیا کہتا تھا۔ ھٰذَا اشارہ قریب کیلئے ہے۔ کیونکہ مومن کا جواب یہی ہوتا ہے۔ ہٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ۔ معلوم ہوا کہ دکھا کر قریب کر کے پوچھتے ہیں۔ اس لیے صوفیائے کرام حضرات اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں۔ اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں۔

ے جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

دہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے)

مرقد کی پہلی ہے شب وہ دولہا کی دید کی شب
اس شب کے عید صدقے اس کا جواب کیا

اس لیے معلوم ہوا کہ یہ دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اوصاف ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین۔
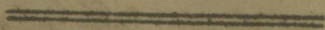
علم غیب صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔
وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(۱) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا
مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ:۔ وہ جاننے والا ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

تبارک اللہ ما وحی بمکتسب
ولا نبی علی غیب بمتہم

علمائے کرام اہل سنت والجماعت۔ متکلمین، محققین متقدمین۔ متاخرین اور تمام مفسرین کا یہ متفقہ عقیدہ

اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کیئے ہوئے علوم غیبیہ کے تمام کلی و جزوی امور کا امام انبیاءؑ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول سے لے کر آخر تک ابتداء سے لے کر انتہا تک اور ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے کا کلی طور پہ علم رکھتے تھے۔ قرآن مجید اور احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل سنت والجماعت کے اس مسلکِ حق کی تائید کرتی ہیں۔

اب اس آیتِ کریمہ میں یہ دیکھنا ہے کہ علمِ غیب کس کو عطا کرتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ پسندیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی یہ مذکورہ آیت اس بات کی پوری اور قوی دلیل ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام کو علوم غیبیہ سے کلی طور پہ مطلع فرما دیا تھا۔ کیونکہ قرآنِ پاک کی اس آیت میں کسی رسول کو علم غیب عطا کرنے کی وجہ یہ بتادی

گئی ہے۔ کہ جس کو وہ چن لیتا ہے۔ اور اس میں
کوئی شک و شبہ باقی نہیں ہے۔ خداوند کریم
اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو چن لیا ہے اور
اللہ تعالےٰ کے اس چناؤ کو تمام فرشتے تسلیم کرتے
ہیں۔ اور قرآن مجید کی آیات بھی اس کی تائید
کرتی ہیں۔ مثلاً پارہ ۲ سورہ البقر میں ہے۔
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ میرے محبوب پاک علیہ
السلام ہم تیری مرضی کے مطابق قبلہ تبدیل کردیں
گے۔ اور پھر ایسا کیا کہ نماز کی حالت میں ہی کملی
والے کی جدھر مرضی تھی۔ خدا نے قبلہ بھی ادھر ہی
کر دیا۔ رضا کیسی ہے۔ اس جہاں میں تحویل قبلہ اور
اس جہاں میں گنہگار امت کی بخشش۔ جو چیز تمام
مخلوقات سے غیب ہو، وہ غیب مطلق ہے، جیسا
کہ قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ
تکوینی امور، بارش، فصلی پیدائش
حیوانی وحوادث زمانہ وغیرہ) اس قسم کو رب تعالیٰ
کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب

پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں۔ خواہ وہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے، جیسے کہ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ السلام ان کو اپنے خاص غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ تفسیر خازن ہی کی یہ تفسیر کا ترجمہ، جو یہ ہے۔ سوا اس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کے لیے چن لے اس پر ظاہر فرماتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے غیب تاکہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے اور ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں۔ پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔ اس آیت اور اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے قدس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔ اب کیا شے ہے جو علم مصطفےٰ سے باقی رہے۔ معراج شریف میں رب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو آثارِ علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں کمالات وحی فرمائے۔ وہ اس الہام میں داخل

ہیں - اور سب کو شامل ہیں - ان کی زیادتی
اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور الہام
ذکر کیا - بیان نہ فرمایا - اس میں اس طرف بھی اشارہ
ہے - ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالےٰ اور
محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں احاطہ کر سکتا
ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے -
اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ علوم عطا فرمائے گئے
جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی کے خیال
میں ہی آ سکتے ہیں - مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ - تو صرف
بیان کے لیے ہے ، ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ
کی عطا ہوئی -

(۳) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور یہ نبی غیب
کے بتانے میں بخیل نہیں —— یہ جب ہی ہو سکتا
ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ہو - اور
حضور علیہ السلام لوگوں کو اس سے مطلع فرما دیتے

(۴) پارہ ۴ سورہ آل عمران - وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ کہ اللہ تعالےٰ تم کو علم غیب سے مطلع نہیں کرتا۔ مگر وہ رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے۔ اس کو چُن لیتا ہے۔ قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں اس حقیقت کا کھل کر اظہار کیا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی زبان پاک سے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پچھلی امتوں اور عہد ماضی کے واقعات بیان ہوتے تھے۔ اور شانِ رسالت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی باتیں بھی بتائی ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کملی والے آقا ، صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ واقعات اور آئندہ کے حالات کی جو خبریں دی ہیں۔ ان کے حصول کا ذریعہ کیا تھا۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ان واقعات و حالات سے واقفیت اور علم حاصل کرنے کے لیے ذریعہ خدا تعالےٰ کی عطا ہے۔

(۵) پارہ ۵ سورہ نساء وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

اور اے میرے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم نے تجھ کو اس ہر چیز کا علم عطا کیا جو تو نہیں جانتا تھا۔

اب اگر پاکستان کا جدید ملاّ یہ کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہیں ہے کہ کسی کے پیٹ میں کیا ہے۔ یا بارش کب برسے گی یا کس نے کہاں اور کب مرنا ہے۔ یا قیامت کب آئے گی۔ تو اگر بالفرض یہ ایک وقت کے لیے فرضی طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم نہیں تھا ہم نے تجھ کو اس کا علم بھی دے دیا۔ غرضیکہ جس چیز کا حضور علیہ السلام کو پہلے علم نہیں تھا۔ اسی چیز کا علم اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا۔ کیونکہ عموم کے لیے ہے۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم ما کان وما یکون ہونے پر قرآن پاک متذکرہ بالا آیات روشن دلیل ہیں۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ

زمین و آسمان کا ہر غیب قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اور کائنات کی کوئی خشک و ترشئے ایسی نہیں ہے جو قرآن مجید میں مذکور نہ ہو۔ اور دنیا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی شئے اس کتاب میں موجود ہے۔ اور کائنات کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز اس قرآن پاک میں تحریر ہے۔

جب قرآن پاک میں زمین و آسمان کے تمام غیب اور کائنات کی ہر چھوٹی اور بڑی خشک و تر اشیاء مذکور ہیں۔ پھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عَالِمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن ہونے میں کونسا شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ جس قرآنِ پاک میں زمین و آسمان کے تمام غیب اور دین و دنیا کی تمام چیزیں مذکور ہیں۔ وہ قرآن پاک خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو سکھا دیا۔ خدا تعالےٰ نے اس کا اعلان قرآن پاک کے مقدس الفاظ میں اس طرح فرمایا۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ کہ رحمن وہ

ہے کہ جس نے اپنے محبوب پاک کو قرآن پاک سکھایا۔ انسان کو بنایا اور اس کو بیان سکھایا۔

دلائل علم غیب از احادیث صحیحہ

مسلم شریف جلد۲ ص۳۹۰ = عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقِھَا وَمَغَارِبَھَا۔

توجمہ۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے تمام زمین لپیٹ کر میرے سامنے کر دی ہے۔ پس میں نے اس کے مشرق و مغرب کی ہر چیز کو دیکھا۔

مشکوٰۃ شریف ص۶۹ = عبد الرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ۔ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ترجمہ۔ ہم نے اپنے رب کو اچھی صفت میں دیکھا رب تعالٰے نے اپنے دستِ قدرت کو ہماری پیٹھ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی۔ پس تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

بخاری شریف بدء الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوئم۔ باب بدأ الخلقِ و ذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضؓ سے روایت ہے:- قَامَ فِیْنَا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَ اَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذَالِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ پس ہم کو ابتداء پیدائش سے خبر دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے۔ اور جہنمی اپنی منزلوں میں جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا۔ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات

کی خبر دی کہ عالم کی پیدائش کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ پھر عالم کی انتہا کس طرح ہو گی۔ یعنی از روز ازل تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ و قطرہ بیان کر دیا۔

(۲) مشکوٰۃ باب المعجزات میں مسلم سے روایت عمرو ابن اخطب اس طرح منقول ہے، مگر اس میں اتنا اور ہے۔

وَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی، جو کہ قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ ان باتوں کا حافظ ہے۔

مشکوٰۃ باب المساجد بروایت ترمذی ا۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ۔

پس ہمارے لیے ہر چیز ظاہر ہو گئی۔ اور ہم نے پہچان لیا۔

مشکوٰۃ باب الفتن میں بخاری و مسلم سے روایت حضرت حذیفہؓ سے

مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِي مَقَامِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ
وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی۔ مگر اس کی خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(بخاری شریف) کتاب الاعتصام۔ نیز تفسیر خازن میں زیر آیت۔

لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَ ذَكَرَ اَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ اَحَبَّ اَنْ يَّسْئَالَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْئَالْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْنَ مَدْخَلِي قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ كَثُرَ اَنْ يَقُوْلَ

سَلُوْنِی سَلُوْنِی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ خدا کی قسم جب تک اس جگہ یعنی منبر پر ہیں۔ تم کوئی بات ہم سے پوچھو۔ مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے۔ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے۔ فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے۔ پوچھو پوچھو۔ خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے۔ کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ سوائے اس کی ماں کے کسی اور کو علم نہیں ہو سکتا۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اُجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتے ہیں۔ اس

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ کا مکمل طور پہ علم حاصل ہے۔

آیت کریمہ پارہ ۲۷، سورۃ قمر۔ رکوع ۱۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔

اس آیت کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کا بیان ہے۔ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صفتوں کا بیان ہے۔ ایک تو قیامت قریب ہونا۔ دوسرے چاند شق ہو جانا۔ قیامت قریب ہونے کا معنیٰ و مطلب تو یہ ہے۔ کہ اور انبیاء کے زمانہ میں کسی نہ کسی نئے نبی کی آمد کا انتظار تھا۔ مگر اب آخر الزمان نبی یعنی خاتم النبیین تشریف لائے۔ اب کسی نبی کی آمد کا انتظار نہیں ہے کیوں کہ ارشاد فرمایا۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ اس لیے اب قیامت کا ہی انتظار ہے۔ یا یوں کہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ حکومت

قیامت تک رہے گی۔ کبھی بھی آپ کا دین، آپ کا قرآن منسوخ نہ ہو گا۔ کیوں کہ آپ کا قانون قانونِ الٰہی۔ آپ کا کلام کلامِ الٰہی۔ قرآن اسلام اور ایمان ان ہی کے صدقے سے ملا۔ کیا کسی نے خوب فرمایا:۔

وہ جس کو ملے ایمان ملا
ایمان تو کیا رحمٰن ملا
قرآن بھی جب ہی ہاتھ آیا
جب دل نے وہ نورِ ہدیٰ پایا

معلوم ہوا کہ آپ کی لائی ہوئی چیز تمام اشیاء سے انوکھی ہے۔ آپ کا دین بھی اعلیٰ اور کتاب بھی اعلےٰ ہے۔ یہ کبھی منسوخ نہ ہو گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ۔ ہم اور قیامت ان دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں۔ یعنی ہم میں اور قیامت میں کوئی نیا نبی درمیان میں نہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی بعثت و القیامت

تک حضور ہی کا زمانہ ہے ۔ چاند ٹکڑے کرنے کا
وہ قصہ ہے جو خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں
نقل فرمایا ۔ کہ ابو جہل نے والئے یمن حبیب ابن
مالک کو لکھا کہ تیرا دین مٹا جا رہا ہے ۔ جلد آؤ ۔
حبیب یہ پیغام لے کر فوراً مکہ مکرمہ آیا ۔ ابو جہل
نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت
سی غلط باتیں کہیں ۔ ابو جہل کا مقصد یہ تھا کہ
حبیب کا اہل مکہ پر اچھا اثر ہے ۔ یہ لوگوں کو
سمجھا دے کہ دین قبول نہ کریں ۔ حبیب نے کہا
کہ یہ دونوں فریق کی گفتگو سن کر فیصلہ کیا جاتا
ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کا بھی
کلام سن لوں ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت
میں پیغام بھیجا کہ میں یمن سے آیا ہوں اور دیدار
کرنا چاہتا ہوں ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمع حضرت
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] مجلس میں تشریف لائے
حبیب پہنچے تو تمام [illegible] ہیبت چھا گئی
کو کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ آپ نے

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی دریافت فرمایا۔ کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ حبیب نے ہمت کر کے عرض کیا۔ کہ حضور نے دعوئے نبوت فرمایا۔ اور نبوت کے لیے معجزہ ضروری ہے۔ فرمایا جو تو کہے، وہ معجزہ دکھایا جاوے۔ عرض کیا کہ میں تو آسمان کا معجزہ چاہتا ہوں۔ پھر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے قلب میں تمنا کیا ہے؟ فرمایا چل کوہِ صفا پر تشریف لے جا کر پورے چاند کو اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اُس طرف اور ایک دوسری طرف

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اَنَّ لَهٗ۔ مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

پھر فرمایا۔ کہ اے حبیب۔ دوسری بات بھی سن تیرے ایک لڑکی ہے جو ہمیشہ بیمار رہتی ہے، ہاتھ پاؤں سے معذور ہے۔ تو چاہتا ہے کہ اس کو

شفا ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حبیب بے اختیار
پکار اٹھا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ جب
گھر پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ دروازے پر آواز
دی۔ وہ معذور لڑکی جو زمین سے اُٹھ نہ سکتی تھی،
اٹھ کر آئی۔ اور دروازہ کھولا۔ باپ کو دیکھ کر
پڑھنے لگی۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔
حبیب نے پوچھا کہ بیٹی تو نے یہ کلمہ کہاں سے
سُنا۔ تو کہنے لگی کہ

اک ماہِ مدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں، گل کی خبریں د
دکھلا کے پھبن، وہ سنا کے سخن، مورا پھونک گئے سب تن من دھن
وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے تو دل ان کے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل ہے اور نہ وہ دلربا رہی زندگی سو وہ بار ہے

کہا میں نے خواب میں ایک چاند سی صورت والے
کو دیکھا جو فرماتے ہیں، کہ بیٹی تیرے باپ تو
کہ میں آکر مسلمان ہو گئے اور تو یہاں کلمہ پڑھ لے۔
تو تجھے ابھی شفا ہو جائے گی۔ میں جو صبح اٹھی تو
کلمہ زبان پر جاری تھا۔ اور ہاتھ پاؤں سلامت تھے

اس واقعہ میں مختاری بھی ہے اور علم غیب اور حاضر و ناظر بھی۔ مختاری اس آیت کریمہ کی تشریح میں یہ ہے۔ کہ حبیب حبیب یمنی نے سوال کیا یارسول اللہ آپ مجھے اپنا معجزہ دکھائیں۔ معجزہ آسمان کا دکھانا تھا۔ وہ کیا ہے۔ چاند، آپ پہاڑ پر کھڑے ہیں اور چاند آسمان پر ہے۔ جب آپ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ کتنی بڑی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار ہونے کی دلیل ہے۔ علم غیب وہ اس طرح کہ جب حبیب یمنی نے دل کا مقصد پوچھا تو آپ نے فوراً ہی بتا دیا۔ کہ تیری لڑکی لنجی ہے۔ جو چلنے پھرنے سے بیکار ہے۔ تیرا مقصد یہ ہے کہ وہ تندرست ہو جائے۔ لڑکی یمن میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہیں۔ آپ نے بیٹھے بٹھائے وہیں بتا دیا۔ تیری لڑکی تندرست ہو گئی۔ چنانچہ حبیب یمنی وہاں پہنچا۔ اور اس نے ویسے ہی پایا جیسے کہ

آپ نے بتایا تھا۔ یہ کتنی بڑی آپ کے علم غیب کے ہونے کی دلیل ہے۔ حاضرو ناظر اس طرح جب حبیب یمنی نے دوسرے معجزے کے بارے میں عرض کیا کہ آپ ہی بتا دیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا۔ پھر حبیب یمنی جب گھر پہنچا تو دروازے کو کھٹکھٹایا تو وہی لڑکی جو چلنے پھرنے سے بیکار تھی، لینی لونجی تھی، چل کر دروازے پہ آئی اور تالا کھولا۔ جونہی اس نے اپنے باپ کو دیکھا تو اس نے فوراً کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ حبیب نے پوچھا تجھے کلمہ کس نے پڑھایا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ جس نے تجھے مکہ مکرمہ میں کلمہ پڑھایا ہے۔ اسی نے مجھے یمن میں کلمہ پڑھا دیا ہے۔ دیکھو یہ کتنی بڑی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضرو ناظر ہونے کی ہے۔

بعض لوگ اب بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی نہیں ہے۔ تو میں کہتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے غلاموں کو بھی علم غیب ہے۔

مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباحے زیدرا
کیف اصبحت اے رفیق باصفا

تو اس نے جواب دیا۔ میں دن تو روزہ سے رہا اور رات آپ کے عشق کی آگ میں جلتا رہا۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے اس کا کیا انعام ملا۔ عرض کیا۔ میں نے عرش فرش والوں کو بھی دیکھا (ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من) یعنی آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ سبحان اللہ — لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ۔ وَذٰلِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ بِہٖ۔

ترجمہ:- یعنی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں۔ آپ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حالتوں ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں، ان کے خیالات تک کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب آپ پر روشن ہے۔ جس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔
(مواہب لدنیہ جلد ۲ صـ ۳۸۷)

ان تصریحات کے بعد کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ — اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔

قرآن و حدیث گواہ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری کائنات کے لیے قاضی، حاکم اعلیٰ اور مختار دو عالم بنا کر بھیجا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے عطا کیے ہوئے اختیارات و کمالات کی بدولت امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی انگلی سے ایک اشارے سے آسمان پر چاند کو توڑا۔ اور کبھی ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑا۔ کبھی سیاہ خام چہرے کو اپنے دست

مبارک سے بدرِ منیر بنایا۔ اور کبھی کسی کو اپنی زبان
حق ترجمان سے جنت کا مژدۂ جانفزا سُنایا۔
یہ جو اوپر آیت کریمہ مذکور ہے، اس کا ترجمہ یہ
ہے۔ اور میرے آقا مختارِ دو عالم کی شان تو یہ ہے کہ
مسلمانوں کے لیے پاک اور صاف چیزوں کو حلال
اور گندی اور ناپاک چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔
پھر لطف یہ ہے۔ کہ جس چیز کو تو چاہے حلال کر
دے اور جس چیز کو تو چاہے حرام کر دے۔ اور پھر
کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کی
ہوئی چیز کو کوئی دنیا کا انسان حرام نہیں کر سکتا
اور اس کی حرام کی ہوئی چیز کو کوئی دنیا کا انسان
حلال نہیں کر سکتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ بھی اپنے محبوب
کے فیصلے کو رد نہیں کرتا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ پارہ نمبر ۵۔ سورۂ نسأ
آیت نمبر ۶۵۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ ۔

اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام مجھے تیرے

رب کی قسم کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں تیری حکومت تسلیم نہ کرے گا۔ اور تیرے فیصلے کے سامنے اپنا سر تسلیم خم نہ کرے گا۔

تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

کہ ایمان والوں کی یہ بات ہی ہے۔ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ میرا محبوب ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے رسول کے فیصلہ کو سنا اور تسلیم کر لیا۔ اور وہی لوگ بھلائی والے ہیں۔

اس آیت کریمہ پر اگر غور کیا جائے کہ ایمان والوں کو دعوت اللہ اور اس کے رسول دونوں کے لیے ہے۔ مگر فیصلہ حکومت نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی ہے۔

اس ارشاد کے بعد اللہ تعالے نے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کا بھی ذکر کیا۔ (پارہ ۱۸ سورۂ نور) وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

جب ان کو بلایا جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ میرا رسول ان میں فیصلہ کرے تو ایک فرقہ والے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور آج بھی وہ فرقہ موجود ہے۔ اور وہ ہے پاکستان کا جدید مُلّا کا فرقہ اور جب ان کو بلایا جاتا ہے اس کے رسول کی طرف تو جانے سے رکتے ہیں۔ یعنی تیرے فیصلے، تیری حکومت اور تیرے اختیارات کو تسلیم نہیں کرتا۔ قرآن پاک کی یہ تمام آیتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ساختہ یا مسلمانوں کے چُنے ہوئے قاضی حاکم اعلیٰ اور مختار دو عالم نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے منتخب کئے ہوئے ہیں۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ پر بھی غور کرو۔ اور کملی والے
آقا مختار حاکم کے ماننے پر جو لوگ اعتراض کرتے
ہیں۔ وہ خود دیکھ لیں کہ ہماری جگہ کونسی ہے۔
مشکوٰۃ شریف صـ۲۲۱ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے
ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ السلام نے ہمیں
خطبہ دیا اور فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا
گیا ہے۔ ان میں سے کسی شخص نے عرض کیا
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال فرض
ہے تو آپ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ
اسی آدمی نے اس بات کو تین بار تکرار کیا تو
حضورِ اکرمؐ نے فرمایا۔ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔
اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔
پس۔ حدیث پاک بھی حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مختار ہونے کی دلیل ہے۔ کہ
کملی والے آقا اگر کسی چیز کے متعلق انکار کر
دیں تو وہ قانونِ شرع بن جاتا ہے۔ اور اگر
کسی چیز کے متعلق ہاں کہہ دیں تو وہ بھی قانونِ

شروع ہو گا۔ جس نبیؐ پاک کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات شریعت کا قانون بن جائے اور جس کے ایک انگلی کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آئے اور آسمان پر چاند ٹکڑے ہو جائے اور جس نبی کے انکار میں جہنم اور جس کے اقرار میں جنت ہو اس نبی کو بے اختیار اور ایک کمزور اور مجبور بشر سمجھنا کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

(وہ رسول جس کی ہر دعا قبول)

بارگاہِ خداوندی میں کسی کی دعا کا قبول ہونا بھی اس کی بزرگی طہارت پاکیزگی اس کے برگزیدہ اور مقبول الٰہی ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اور کون بزرگ برگزیدہ اور مقبول الٰہی ہو سکتا ہے۔ اسی لیئے اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش کر ان کی صداقت کی دلیل بنایا۔

(حضرت آدم علیہ السلام کی دعا) پارہ ع ۸

سورہ اعراف آیت ۳۲

قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

ترجمہ:۔ حضرت آدم و حوّا نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظُلم کیا ہے ۔ اگر تو ہم پر رحم نہ کرے ، اور نہ بخشے تو ہم ہو جاویں گے گھاٹے والوں میں سے ۔

پارہ اول ۔ آیت ۱۲۹ = رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب اپنے گھر کو آباد کرنے کے لیے ایک رسول مبعوث فرما ۔

پارہ ۲۳ سورۃ والصّٰفّٰت آیت ۱۰۱، ۱۰۰

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ایک نیک پاک طبیعت اور حسین بیٹا عطا فرما ۔ پھر ہم نے خوشخبری دی

ایک بردبار لڑکے کی۔

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری ہے۔ پ۱۷، سورۃ انبیاء، آیت ۸۸۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ:- حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے اندھیرے میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور تو سب عیوب و نقائص سے پاک ہے بیشک میں نے بے جا کام کیا۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی، اور اس کو اس غم سے نجات دی اور ایسے ہی ہم ایمان داروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا۔ پارہ نمبر ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر، ۳۸،۳ =

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

ترجمہ۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ۔ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔ پھر خدا نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے ایک لڑکے کی بشارت دی جس کا نام یحییٰ ہو گا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ پارہ نمبر۷ سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۱۴۔

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے پالنے والے ہمارے لیے آسمان سے کھانا نازل فرما۔ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ۔ تو کہا اللہ تعالےٰ نے میں وہ دسترخوان اتاروں گا۔

پارہ نمبر ۲، سورۃ بقر۔ آیت نمبر ۱۸۴۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ ارشادِ باری

تعالےٰ ہے کہ میں ہر ایک کی پکار کو یعنی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ جب بھی اور کہیں بھی مجھے پکارے۔ جب عوام کے لیے ایسی خوشخبری ہے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی دعائیں قبول کیونکر نہ ہوں گی اور پھر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو افضل الانبیاءؑ ہیں۔ اور پھر حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کیوں کر شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے۔ ترمذی شریف جلد اوّل ص۶۴۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْہُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ بلکہ وہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان موقوف

رہتی ہے ۔ اور اس میں سے کوئی شے اوپر یعنی بارگاہ ایزدی میں نہیں جاتی ۔ تو جس کے درودِ پاک کے وسیلے سے ہماری دعائیں قبول ہوتی ہوں ۔ تو اگر وہ ذاتِ مکرم خود ہاتھ اٹھا کر کوئی دعا کرے تو وہ قبول کیوں نہ ہوگی ۔ انشاء اللہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے ۔ کہ ہمارے آقا وہ رسول ہیں ، جن کی ہر دعا قبول ہے ۔ اور اسی عقیدے اور ایمان کی بنا پر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں گھر بار میں جانے والا کبھی خالی نہیں آتا ۔ حاجت مندوں نے آپ کے آگے دامن پھیلائے ۔ بیماروں نے شفا چاہی ، اور بے چاروں نے چارہ ۔ فقر و فاقہ والے لوگوں نے امداد چاہی ۔ اور مصیبت زدوں نے اپنے دکھ کا علاج طلب کیا ، خالی جھولی والے دامن بھر کے جاتے ۔ بیماروں کو شفا ملتی اور دکھیوں کو سکھ ۔ غم کے ماروں کو راحت ملتی اور باطل پرستوں کو حق ۔ کیوں کہ ہر وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

کا دروازہ قبول اجابت کے لیے کھلا تھا۔

مسلم شریف جلد دوم ص۳۰۰، مشکوٰۃ شریف ص۵۲۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ مَیں رو رہا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں روتے ہو، میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میری ماں مشرکہ ہے اور مَیں نے اسے راہ راست پر لانے کی بڑی کوشش کی ہے، مگر ناکام رہا ہوں۔ آج اس کو دعوت دی تو اس نے آپ کی شان میں ناپسندیدہ باتیں کیں، اس لیے روتا ہوں۔ اے کملی والے آقا۔ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّھْدِیَ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ آپ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دیدے۔ تو حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ۔ کہ اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو مسلمان کر دے ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے یہ ایمان افروز الفاظ سُن کر میں خوشی خوشی گھر گیا ۔ کیوں کہ مجھے یقین تھا کہ نبی کی دُعائیں خدا کی عطا ہے ۔ اور جب میں گھر گیا تو مکان کا دروازہ بند تھا ۔ والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر ۔۔۔ فَقَالَتْ مَکَانَکَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ ۔ تو ماں نے کہا ۔ اے ابو ہریرہ دروازے پر کھڑے رہو ۔ اور میں نے غسل کے پانی کی آواز سُنی ۔ جب ماں غسل سے فارغ ہوئی تو اس نے نئے کپڑے پہنے اور فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ؕ

پس میری ماں نے دروازہ کھولا اور باآوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئی ۔ پس میں خوشی اور مسرت سے دوڑتا ہوا نبی کریم کے پاس گیا

اور میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل رہے تھے۔ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَشِرِ قَدِ اسْتَجَابَ دَعْوَتَکَ۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو کہ خدا تعالےٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور میری ماں مسلمان ہو گئی ہے۔۔ ؎

نگاہِ نبی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مشکوٰۃ شریف ص۵۵۷ = ترمذی شریف جلد دوم ص۲۰۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَصْبَحَ عُمَرُ وَفَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ اسلام کی عظمت بڑھانے کے لیے یا ابوجہل کو مسلمان کر دے اور یا عمر کو۔ پس صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو کر خانہ کعبہ میں سب کے سامنے نماز ادا کی۔* کیوں کہ دونوں میں ایک کے لیے دعا کی تھی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسلمان ہوئے۔ اور اگر کملی والا دونوں کے لیے دعا فرما دیتا، تو ابوجہل بھی مسلمان ہو جاتا۔

مطلب یہ کہ۔ او۔ کی بجائے اگر۔ و۔ ہوتی تو دونوں ہی مسلمان ہوتے۔ کیوں کہ دعا کا معنیٰ پھر یہ ہوتا کہ اے اللہ ابوجہل اور عمر دونوں کو مسلمان کر دے۔

اصل میں واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی عظمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھتی

ہوئی عزت و توقیر کو برداشت نہ کرتے ہوئے ابو جہل نے ایک دن اپنی تمام قوم کو اکٹھا کر کے اعلان کیا کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا، اُسے بہت سا انعام دیا جائے گا۔ یہ اعلان سن کر حضرت عمر نے کملی والے کا قتل اپنے ذمہ لے لیا۔ اور تلوار میان سے نکالی۔ ادھر عمر کی تلوار نبی کو قتل کرنے کے لیے میان سے نکلی، اُدھر عمر کو مسلمان کرنے کے لیے دعا نبی کریم کی زبان سے نکلی۔ تو حضرت عمر پورے جوش و خروش اور غصّے کے ساتھ ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ابو نعیم ملے تو انھوں نے کہا کہ عمر تمھاری آنکھوں میں خون ہے اور تمھارے ہاتھ میں ننگی تلوار۔ اس جوش اور غصہ میں کہاں جا رہے ہو۔ تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اور اسلام کا نام و نشان ہٹانے جا رہا ہوں۔ تو ابو نعیم

نے جواب دیا کہ:-

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اور کہا کہ اے عمر زمین و آسمان مٹ سکتے ہیں۔
لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور اسلام کا
نام قیامت تک نہیں مٹ سکتا۔ اور پھر کہا اے
عمر نبی کو قتل کرنے سے پہلے اپنے گھر کی تو خبر
لو۔ کیوں کہ جس نبی کو تم قتل کرنے اور اسلام
کو مٹانے جا رہے ہو، تمہاری بہن اور بہنوئی
اس نبی کے دامنِ رحمت میں پناہ لے چکے ہیں
اور اسی کے سایہ امن امان میں آ چکے ہیں۔
ابو نعیم کی یہ بات سن کر حضرت عمر کے غصے
کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور جذبہ انتقام اور
بھی ابھر آیا۔ نبی کے دروازے کو چھوڑا اور اپنی
بہن کے گھر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ بہن قرآن
پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ پوچھا کون ہے؟
میں عمر ہوں۔ دروازہ کھولو۔ عمر نے گرجتی ہوئی

آواز میں کہا۔ بہن اپنے بھائی عمر کی آواز سے سمجھ گئی کہ آج خیر نہیں۔ کہ آج عشق آزمایا جائے گا۔ اور محبت پرکھی جائے گی۔ قرآن پاک کو بند کیا اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمر جذبۂ انتقام میں اسی غصے اور جوش میں ننگی تلوار کے ساتھ اندر آئے۔ اور پُرجوش آواز میں کہا۔ کہ میں نے سُنا ہے کہ تم محمد کا کلمہ پڑھتے ہو، اور مسلمان ہو چکے ہو۔ بہن نے پورے حوصلے کے ساتھ جواب دیا کہ ہم جھوٹ بول دیتے۔ لیکن جب سے کملی والے آقا کا دامنِ رحمت پکڑا ہے، تب سے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عمر کو آگ لگ گئی اور کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا چھوڑ دو تو بہتر ورنہ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ بہن نے پھر پوری متانت سے جواب دیا کہ اے عمر، ہم ساری دنیا سے تعلق توڑ سکتے ہیں اور تمہارا رشتہ بھی چھوڑ سکتے ہیں، لیکن اس کملی والے کو

نہیں چھوڑ سکتے۔ جس کا تعلق قیامت کو بھی کام آئے گا۔

اس جواب نے حضرت عمر کو اور بھی بھڑکا دیا اور پھر انھوں نے اپنی بہن کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اور اتنا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو حضرت عمر نے اسی غصہ میں پھر کہا اپنا دین تبدیل کرو، یا پھر پٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور پھر بہن نے اپنے ایمانی جذبے سے بقول رازی جواب دیا۔

جی بھر کے مجھ کو تختۂ مشق ستم بنا
تو میری کوئی فکر نہ کر میں نشے میں ہوں

بہن کا یہ مایوس کن جواب سن کر حضرت عمر نے پھر پیٹنا شروع کیا۔ اور پھر اس قدر پیٹا کہ جسم سے خون کے فوارے بہہ نکلے اور پھر بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو حضرت عمر نے پھر گرجتے ہوئے کہا۔ کہو کیا ارادہ ہے۔ تو پھر بہن نے بڑے حوصلے سے بقولِ حفیظ جالندھری جواب

دیا ہے

بہن بولی عمر ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوا لے
مگر ہم دینِ حق سے ہاتھ ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مل گئی اب گر نہیں سکتے

بہن کا یہ عشق و محبت سے بھرا ہوا جواب سن کر حضرت عمر کانپ اُٹھے اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ۔ کیوں کہ بہن کے عشق کا امتحان ہو چکا تھا۔ ادھر سرکار دو عالم کی زبان سے نکلی ہوئی دعا قبول ہونے کا وقت آ چکا تھا۔ اور فطرت الٰہی ان کو اپنی آغوش رحمت میں لینے کے لیے اپنا دامن پھیلا چکی تھی۔ اس لیے حضرت عمر نے تلوار پھینک دی اور کہا کہ اچھا تم جو وہ کتاب پڑھ رہی تھی مجھے بھی سناؤ۔ تو بہن نے درد بھری آواز میں پورے سوزِ عشق کے ساتھ سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ بس پھر کیا تھا عمر کی تقدیر بدل چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

اور کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ تو بہن نے جواب دیا
کہ اے بھائی یہ خدا کی کتاب پاک ہے اور
تمھارے ہاتھ ناپاک ہیں۔ اس لیے تم اسے
چھو نہیں سکتے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ بہن
مجھے معاف کر دو۔ اور میرے گلے میں رسی ڈال
کر مجھے اپنے نبی کے پاس لے چلو۔ بہن نے
حضرت عمر کو ساتھ لیا اور در مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ اس وقت
کملی والے آقا حضرت حمزہ کے گھر میں
رونق افروز تھے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ حضرت حمزہ نے دیکھا
تو پکار اٹھے کہ اے عمر اگر نیک ارادہ سے
آرہے ہو تو بسم اللہ۔ اور اگر تمھاری نیت
میں کوئی فرق ہے تو پھر تمھارا سر ہوگا اور حمزہ
کی تلوار۔ کملی والے نے سنا تو پوچھا حمزہ
کون ہے۔ عرض کی میرے آقا عمر آیا ہے،
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے

آنے دو۔ اسے تو میں نے خدا سے مانگ لیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا حضرت عمرؓ اندر گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور حلقۂ بگوشِ اسلام ہو گئے اور پھر کملی والے آقا نے لطف وکرم سے دیکھا تو خلیفہ ثانی بنا دیا۔ کیوں کہ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر ہیں۔ اسی لیے آپ نے مسلم شریف جلد اول میں فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ ابوبکر الصدیق۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ معلوم ہوا جو صاحب اعتراض کرتے ہیں بالکل غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ جب حضور کا آخری وقت آیا تو آپکا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے

متعلق تحریر لکھ دوں تاکہ (میرے بعد لوگ گمراہ نہ ہوں) بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں۔ نیز آپ کی خلافت کا بھی ارادہ رکھتے تھے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا:۔

اُدعی لِی ابابکرٍ واخاکِ حتّٰی اکتبَ کتابًا فانّی اَخافُ اَن یتمنّٰی متمنٍ۔ ویقولُ قائلٌ انا ولا یأبیَ اللہُ والمؤمنونَ اِلّا ابا بکرٍ۔

ترجمہ:۔ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے اور کہنے والا یہ نہ کہے (کہ میں خلافت کا مستحق ہوں) اور اللہ تعالےٰ اور مومنین دونوں انکار کرتے ہیں۔ ابوبکر کے سوا کسی دوسرے شخص کی خلافت سے معلوم ہوا کہ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اور ثانی خلیفہ حضرت عمر فاروق رضؓ ہی ہیں۔

روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے

ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار ہونے کا نمایاں ثبوت ہیں۔ تو میرے بھائیو! اگراسی میں غور کیا جائے کہ رات کو آپ دعا مانگتے ہیں

تو صبح لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوجہل کی پارٹی نے مشورہ کیا ہے کہ ایسا کون شخص ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لائے۔ عمر نے کہا میں لاؤں گا۔ حضور نے دعا مانگی تھی جو کہ مذکور ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سر لینے کے نظریہ سے آرہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا وہ لینے نہیں بلکہ دینے آیا ہے۔ تو میرے بھائیو اگر سمجھ اور ادراک سے کام لیا جائے تو یہ بہت بڑی آپ کے حاکم اعلیٰ اور مختار دو عالم ہونے کی دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ختم شد

مکتبہ نظر یعقوبیہ خیرا نہ

بعض سبق آموز اور بعض عبرت آموز جو کہ انسان کے لیے ضروری ہیں۔
والدین پر احسان کرنا ۔ علماء کرام کا اجماع ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس
کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے بعد والدین کا
مقام ہے ۔ باقی تمام لوگوں سے زیادہ احسان اور شکریہ کے مستحق
والدین ہیں ۔ خود خالق کائنات نے فرمایا ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا
تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ حکم فرمایا کہ میری عبادت
کرو، اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔

معلوم ہوا والدین کی اطاعت جائز امور میں واجب ہے
(والدین کی نافرمانی کی برائی یہیں) اے جوان بیٹے اگر
تیرے پاس والد یا والدہ یا دونوں بوڑھے ہو
جائیں، تو ارشاد فرمایا :۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا ۔ تو تو ان
کو کلمہ اُف بھی مت کہو ۔ اور جھڑکو بھی نہیں ۔

(یتیموں کے مال کھانے والوں کی سزا)

بعض لوگ یتیم کی پرورش کرتے تو ہیں ۔ مگر کسی
بہانے سے ان کا مال کھا جاتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ
ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا۔
جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھاتے ہیں۔
اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا ہ
بے شک وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں"
شراب کے چھوڑنے والے کے لیے بشارت۔
فرمایا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے رب کریم عزت والے بزرگ نے قسم کھائی۔ کہ مجھے اپنی عزت کی قسم جو میرا بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا میں اسے اتنی ہی پیپ پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے اسے چھوڑے گا اسے حوض قدس سے پلاؤں گا۔
مشکوٰۃ شریف صـ۱۸۰ (سود خوار کی سزا۔ اور سود کی شامت) جب آپ معراج شریف پر تشریف لے گئے تو ایک ایسی قوم بھی آپ نے دیکھی جن کے پیٹ بڑھ کر کوٹھڑیوں کے برابر ہیں۔ جب وہ اٹھتے ہیں تو گر پڑتے ہیں۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ سود کھانے والے ہیں (زرقانی صـ۱۲)

رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں

جس میں :-

معتبر کتب شیعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار بیٹیاں ہیں ۔

حضرت زینبؓ ۔ حضرت رقیہؓ

حضرت ام کلثومؓ ۔ حضرت فاطمہؓ

قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ -/٥٠ پیسے